اکابر دیوبند، بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے افکار ونظریات کا بے باک ترجمان

مجلّہ صفدر گجرات

ترتیب

برائے ترسیلِ زر، اجراءِ رسالہ وخط وکتابت
مولانا احسن خدامی صاحب، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82
محمود سٹریٹ، محلّہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

بفیضان
قائد اہل سنت وکیل صحابہ مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

بیاد
امام اہل سنت حضرۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ
شیخ المشائخ، امام الاولیاء مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ
مفسر قرآن مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی رحمہ اللہ
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی رحمہ اللہ
ترجمان اہل سنت حضرۃ مولانا نذیر اللہ خان رحمہ اللہ
فخر اہل سنت حضرت مولانا عبد اللطیف جہلمی رحمہ اللہ
شہید اسلام حضرۃ مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ
امین ملت حضرۃ مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ
پاسبان مسلک احناف، شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف رحمہ اللہ
وکیل صحابہ حضرۃ مولانا علامہ علی شیر حیدری شہید رحمہ اللہ
محقق اہل سنت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمہ اللہ

بدعا
وکیل صحابہ حضرت مولانا علامہ عبد الستار تونسوی رحمہ اللہ
حکیم العصر حضرت مولانا عبد المجید لدھیانوی مدظلہ

زیر سرپرستی
جانشین قائد اہل سنت مولانا حبیب الرحمٰن سومرو مدظلہ
جانشین فقیہ العصر مولانا مفتی عبد القدوس ترمذی مدظلہ
امام الصرف والنحو، نمونہ اسلاف مولانا محمد حسن مدظلہ
جانشین شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد مدظلہ

زیر نگرانی
جانشین امین ملت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہ

مجلس مشاورت
مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی — مولانا منظور احمد نعمانی
مولانا نور محمد تونسوی...... — مولانا قاری عبد الرحمٰن ضیاء
مولانا مفتی جمیل الرحمٰن...... — مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ
جناب اشتیاق احمد...... — مولانا مفتی رب نواز
مولانا ندیم الرشید...... — مولانا احمد طاہر

مدیر اعلیٰ: مولانا جمیل الرحمٰن عباسی۔ بہاولپور
مدیر مسئول: احسن خدامی 0333-8765602
مدیر: حمزہ احسانی 0307-5687800

فی شمارہ: 25......زر سالانہ: 300 روپے

پیامِ صفدر　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　حمزہ احسانی

دیوبندی بریلوی اختلاف......اور......حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من: سرفراز حمزہ/دارالعلوم مدنیہ، بہاول پور

بخدمت اقدس حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ　　　　　　　　خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہوں!

بعدہ! 　مجلّہ ''صفدر'' گجرات کا ''شیخ المشائخ نمبر'' حاضر خدمت ہے، اس کے لیے مضمون کی درخواست کرتے وقت بندہ اس بات کی وضاحت نہ کر سکا کہ یہ خصوصی نمبر مجلّہ ''المصطفیٰ'' کی طرف سے نہیں، مجلّہ ''صفدر'' گجرات کی طرف سے شائع ہوگا۔ اس لیے آنجناب نے اپنے جوابی مکتوب گرامی میں مجلّہ ''المصطفیٰ'' تحریر فرمادیا۔ اس ناچیز نے جسارت کرتے ہوئے اسے مجلّہ ''صفدر'' سے تبدیل کر دیا ہے۔ امید ہے درگزر فرمائیں گے۔ نیز اگر بسہولت ممکن ہو تو اس اشاعت خاص کے بارے اپنے تأثرات سے بھی آگاہ فرمادیں۔

سرِ دست گذارش یہ کرنی ہے کہ گزشتہ سال مئی ۲۰۰۹ء میں بندۂ ناچیز نے مجلّہ ''المصطفیٰ'' بہاول پور کے ''امام اہل سنت نمبر'' کے لیے آپ جناب سے مضمون کی گزارش کی تھی جو آپ نے قبول فرمائی اور اپنے قیمتی ومصروف اوقات میں سے چند ساعات صرف فرما کر ایک عدد مضمون ''چند یادیں'' عنایت فرمایا۔ جزاك الله تعالیٰ احسن الجزاء

آپ کا مضمون مجلّہ ''المصطفیٰ'' کے ''امام اہل سنت نمبر'' کے علاوہ ماہنامہ ''البلاغ'' اور روزنامہ ''اسلام'' میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

اس سلسلہ میں یہ عاجز مؤدبانہ طور سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہے کہ آپ نے اپنے مضمون میں فریقین (دیوبندی، بریلوی) کے مابین اتحاد واتفاق کی کوشش کا ذکر کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا کہ:

> ''ان ملاقاتوں سے میں اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ عقائد کے باب میں دونوں مکاتبِ فکر کا اختلاف بڑی حد تک صرف تعبیر اور الفاظ کا اختلاف ہے، حقیقت میں ایسا کوئی اختلاف عقائد کے باب میں نہیں ہے جس کی بنا پر ایک دوسرے کو گمراہ یا فاسق قرار دیا جائے۔''

نیز آپ نے لکھا کہ:

''حضرتؒ نے بہت شفقت فرمائی اور جس مقصد کے لئے حاضر ہوا تھا اس پر مسرت کا بھی اظہار فرمایا اور اس کی تائید فرمائی۔''

اس سلسلہ میں اس ناچیز کا اپنی طرف سے کچھ عرض کرنا یقیناً سوء ادبی اور گستاخی شمار ہوگا، لیکن اس کے باوجود اس سے پھیلنے والی غلط فہمیوں اور حضرت اقدس داداجان رحمہ اللہ کے واضح و بے لچک مؤقف اور آنجناب کی اُن کی طرف منسوب ذکر کردہ بات میں کھلے تضاد کی وجہ سے آپ کو مطلع کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے، اس لیے بجائے اپنی طرف سے کچھ کہنے کے حضرت اقدس داداجان کا ایک خط، راقم کے تایاجان مولانا زاہدالراشدی مدظلہم کے ایک مضمون ''امام اہل سنت کا مسلکی ذوق ومزاج'' [الشریعہ، مارچ ۲۰۱۰ء] کا ایک پیراگراف اور داداجان کے دیگر صاحبزادوں، تلامذہ اور متعلقین کی نقل کردہ گفتگو ذکر کر دیتا ہوں۔ تاکہ صورتحال بھی واضح ہو جائے اور یہ ناچیز بے ادبی سے بھی بچ جائے۔ امید ہے کہ شفقت فرماتے ہوئے غور فرمائیں گے۔ اور اگر واقعی محسوس فرمائیں کہ آپ کی ذکر کردہ عبارت حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کے ذوق کی درست ترجمانی نہیں کرتی تو ماہنامہ ''البلاغ'' میں بھی وضاحت فرما دیں گے، کیونکہ آپ کا یہ مکتوب گرامی ''البلاغ'' میں بھی طبع ہو چکا ہے۔

۱......حضرت اقدس داداجان رحمہ اللہ کا مکتوب گرامی درج ذیل ہے:

باسمہ سبحانہ

من ابی الزاہد......عزیزم زاہد سلمہ اللہ تعالیٰ

ہدیہ مسنونہ کے بعد عرض ہے کہ سنا ہے کہ دیوبندی بریلوی مصالحت ہوا چاہتی ہے۔ راقم کا وہ بیان جو جناب نیازی صاحب کے نکات کے جواب میں تھا، ابھی تک کیوں شائع نہیں ہوا؟ یہ بہت غیر ذمہ دارانہ حرکت ہے۔ چونکہ ان (بریلویوں) کے ''کنز الایمان''، ''خزائن العرفان'' اور مولویوں پر پابندی ہے، وہ اس بھنور سے اس حیلہ اور تدبیر سے اپنی راہ ہموار کرتے ہیں کہ ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' کو سامنے رکھ کر اپنا کام ڈھیلے ڈھالے دیوبندیوں کے ذریعے نکالیں۔ اگر وہ اس پر فیصلہ چاہتے ہیں تو ہماری طرف سے یہ شرط ہوگی کہ وہ یہ تحریر کر دیں کہ تمام علمائے دیوبند مسلمان ہیں اور ہم ان کی تکفیر کرنے والوں کی تائید نہیں کرتے۔ اگر عبارات کا مسئلہ سامنے آئے تو ہماری طرف سے یہ شرط ہے کہ ان کے اکابر کی جو عبارات خلاف شرع اور قابل اعتراض ہیں، ان کی بھی وہ اصلاح کریں۔ اور اگر وہ یہ کہیں کہ ہمارے اکابر کی عبارات خلاف شرع اور قابل اعتراض نہیں ہیں تو ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ اس کے لیے فریقین ثالث مقرر کریں جن میں علماء کے علاوہ جج صاحبان بھی ہوں۔ جو فیصلہ وہ کریں سب کو منظور ہو۔ اگر ہماری پیش کردہ شرائط وہ تسلیم نہیں کرتے تو ون وے ٹریفک اور ایک ہاتھ سے تالی بجانے کے ہم قائل نہیں ہیں۔ ہم اس کو کبھی برداشت نہیں کریں گے کہ وہ تو بدستور ہمارے اکابر کی تکفیر کرتے

رہیں اور ہم بے غیرت ہوکر برداشت کرتے رہیں اور ان کا وقت پاس ہوجائے۔ان مذکورہ شرائط کے خلاف صلح کرنے والے دیوبندیوں کی ہم علی الاعلان مخالفت کریں گے۔ان شاء اللہ العزیز۔

والسلام......احقر ابوالزاہد محمد سرفراز......۱۵ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ/28دسمبر 1985ء)

۲......اور تایا جان مولانا زاہدالراشدی مدظلہم لکھتے ہیں:

''دیوبندی بریلوی اختلافات کے حوالے سے بھی ان (حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ [ناقل]) کا مؤقف یہ تھا کہ یہ عقائد کے اختلافات ہیں اور اُصولی اختلافات ہیں۔انھوں نے ان اختلافات کے ہر پہلو پر کتابیں لکھی ہیں اور تفصیل کے ساتھ لکھی ہیں۔ان اختلافات کی تنقیح و توضیح میں وہ جس گہرائی تک گئے ہیں، وہ انھی کا امتیاز ہے اور یہی انھیں دیوبندیوں کا علمی ترجمان قرار دیے جانے کی ایک بڑی وجہ ہے۔'' [ماہنامہ الشریعہ، مارچ، ۲۰۱۰ء]

۳......راقم کے استاذ گرامی تلمیذِ امام اہل سنت حضرت مولانا محمد رشید صاحب مدظلہم [استاذ الحدیث: دارالعلوم مدنیہ، بہاول پور] فرماتے ہیں:

''میں نے ایک بار حضرت امام اہل سنت سے پوچھا کہ بریلویوں کا کیا حکم ہے؟ ہمیں ان کے بارے میں کیا نظریہ رکھنا چاہیے؟ تو فرمایا: ان کے مولوی اور پیر قسم کے لوگ تو کفریہ عقائد کی وجہ سے پکے کافر اور مشرک ہیں، اُن کے پیچھے نماز باطل بلا شک ہے۔البتہ عوام کی ہم تکفیر نہیں کرتے، کیونکہ وہ محض جاہل ہیں، اُن کو سمجھانا چاہیے، اگر وہ سمجھانے کے باوجود جانتے بوجھتے ہوئے کفریہ و شرکیہ نظریات پر ڈٹے رہیں تو پھر ان کی بھی تکفیر کی جائے۔ورنہ نہیں۔''

۴......راقم نے اپنے دوسرے تایا جان مولانا عبدالقدوس خان قارن مدظلہم [استاذ الحدیث: جامعہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ] سے اس بابت پوچھا تو فرمایا:

''جی! یہ بات (جو مولانا محمد رشید صاحب نے نقل کی ہے) بالکل ٹھیک ہے، ابا جی ایسے ہی فرمایا کرتے تھے۔اور یہ بات تو اُن کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔''

۵......راقم نے آنجناب کا مکتوبِ گرامی عم محترم مولانا عبدالقدوس خان قارن مدظلہم کو دکھایا تو انہوں نے فرمایا:

''یہ بات حضرت امام اہل سنت کے مؤقف کے مطابق نہیں ہے۔''

۶......آنجناب کے اسی مکتوب کے بارے میں راقم کے والد گرامی حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر مدظلہ نے فرمایا:

''یہ تو ابا جی کے مؤقف کے بالکل خلاف ہے، ابا جی نے نیازی صاحب سے جو گفتگو کی تھی، میں تمہیں لکھ دوں گا، اگر یہ مضمون لگانا ہے تو اس کے ساتھ وہ بھی لگا دینا۔'' (لیکن شومئی قسمت، والد صاحب علالت و مصروفیت کی وجہ سے بروقت وہ نہ لکھ سکے اور آپ کا مضمون اس وضاحت کے بغیر ہی طبع ہوگیا۔)

۷......راقم کے عم زاد، مولانا زاہدالراشدی کے بیٹے مولانا عمار خان ناصر نے ماہنامہ ''الشریعہ'' میں مجلّہ ''المصطفیٰ'' کے ''امام اہل سنت نمبر'' پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ:

''اس خصوصی اشاعت میں فطری طور پر حضرت شیخ الحدیث کا منہج فکر اور مسلک ومشرب بھی زیرِ بحث آیا ہے اور مختلف اہل قلم نے اس کے مختلف پہلوؤں کو اپنے اپنے ذوق اور انداز سے واضح کیا ہے۔ اسی ضمن میں بعض تحریروں میں مولانا محمد طارق جمیل کے خیالات، مولانا محمد الیاس گھمن کا طرزِ عمل اور راقم الحروف کی بعض آراء بھی نقد وتبصرہ کا موضوع بنی ہیں، لیکن ''بے لاگ احقاق حق'' کی یہ روایت ہر جگہ برقرار نہیں رکھی جا سکی۔ ذرا دارالعلوم کراچی کے مہتمم مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کی درج ذیل تحریر ملاحظہ فرمایئے:

''۱۹۸۶عیسوی کی دہائی میں ناچیز لاہور سے سفر کر کے آپ کی خدمت میں گکھڑ منڈی خاص اس مقصد کے لیے حاضر ہوا کہ دیوبندی اور بریلوی مکاتبِ فکر کے درمیان جو خلیج بڑھتی جا رہی ہے اسے کم، بلکہ ختم کرنے کی راہ تلاش کی جائے، اس مقصد کے لیے پہلے ہی ہماری کئی ملاقاتیں مولانا مفتی محمد حسین نعیمی صاحب سابق مہتمم دارالعلوم نعیمیہ لاہور، مفتی ظفر علی نعمانی سابق مہتمم دارالعلوم امجدیہ کراچی، علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری سابق شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی، اور مولانا محمد شفیع اوکاڑوی وغیرھم سے ہو چکی تھیں، ان سب حضرات کا تعلق بریلوی مکتبۂ فکر سے ہے، ان ملاقاتوں سے میں اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ عقائد کے باب میں دونوں مکاتبِ فکر کا اختلاف بڑی حد تک صرف تعبیر اور الفاظ کا اختلاف ہے، حقیقت میں ایسا کوئی اختلاف عقائد کے باب میں نہیں ہے جس کی بنا پر ایک دوسرے کو گمراہ یا فاسق قرار دیا جائے، ہاں بہت سے اعمال میں یہ اختلاف ضرور ہے کہ ہم انہیں بدعت کہتے ہیں، اور ان کے نزدیک وہ بدعت میں داخل نہیں۔''

''یہ تھا وہ پس منظر جس کے تحت ناچیز امام اہل سنت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ سے ملاقات کرنے اور رہنمائی حاصل کرنے کے لئے گکھڑ منڈی حاضر ہوا تھا۔ حضرت نے بہت شفقت فرمائی اور جس مقصد کے لئے حاضر ہوا تھا اس پر مسرت کا بھی اظہار فرمایا اور اس کی تائید فرمائی لیکن طبیعت ناساز تھی زیادہ گفتگو نہ ہو سکی۔''

بریلوی دیوبندی اختلاف سے متعلق مفتی صاحب کا یہ تجزیہ حضرت شیخ الحدیث کے منہج فکر اور نظریات سے کتنا ہم آہنگ ہے، یہ نکتہ زیادہ محتاج وضاحت نہیں، لیکن کسی وضاحتی یا اختلافی نوٹ کے بغیر اس کی شمولیت نہ اس اشاعت کے مرتبین کو کھٹکی ہے اور نہ موصولہ مواد پر نظرِ ثانی کر کے اس کی منظوری دینے والے بزرگوں کو۔ اس کے وجوہ اور مصالح غالباً زیادہ ناقابلِ فہم نہیں ہیں۔

[الشریعہ، جنوری ۲۰۱۰ء]

۸......اس تبصرے کے جواب میں راقم نے درج ذیل وضاحت لکھی جو الشریعہ میں شائع ہوئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر مکرم مولانا محمد عمار خان ناصر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امید ہے مزاج بخیر ہونگے۔

ماہنامہ ''الشریعہ'' [جنوری 2010] میں مجلّہ المصطفیٰ کے ''امام اہل سنت نمبر'' پر آپ کا تبصرہ پڑھا، ماشاء اللہ آپ نے بہت خوب لکھا اور کمال ذکاوت سے چند اقتباسات کا انتخاب کر کے انہیں پیچ میں سجادیا۔ جزاک اللہ خیراً.

البتہ ایک بات آپ کے علم میں نہ ہونے کی وجہ سے آپ کو اعتراض ہوا، اس کی وضاحت کرتا چلوں۔

آپ نے بہت اچھا کیا کہ حضرت مفتی رفیع صاحب مدظلہ کے مضمون سے وہ اقتباسات جو داداجان رحمہ اللہ کے مؤقف کی درست ترجمانی نہیں کرتے ان کو نقل کر کے ان کے بارے ہم پر گرفت کی کہ دیگر مضامین کی طرح اس مضمون کے ان اقتباسات کے بارے ''بے لاگ احقاق حق'' کی روایت برقرار نہیں رکھی جا سکی، واقعتاً ایسا ہی ہے کہ جلد بازی کی وجہ سے احقر اس مضمون تلے حاشیہ میں اختلافی ووضاحتی نوٹ نہ لگا سکا، آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ کس قدر جلد بازی میں ہم نے یہ نمبر ترتیب دیا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ''کسی وضاحتی نوٹ کے بغیر اس کی شمولیت نہ اس اشاعت کے مرتبین کو کھٹکی اور نہ موصولہ مواد پر نظر ثانی کر کے منظوری دینے والے بزرگوں کو'' بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ مضمون مرتب بے چارے کو بھی کھٹکا اور نظر ثانی کرنے والے بزرگوں [تایاجان مولانا عبدالقدوس خان قارن مدظلہ] نے بھی اس کے نیچے حاشیہ میں ایک نوٹ لگانے کا حکم فرمایا تھا، فرمایا حاشیہ میں اباجی (حضرت امام اہل سنتؒ) کی وہ گفتگو جو مولانا نیازی سے ہوئی تھی، درج کردینا، اور وہ تمہارے ابو [مولانا عبدالحق خان بشیر مدظلہ] کو یاد ہوگی، ان سے لکھوالینا، احقر نے والد مکرم کو مضمون دکھایا تو انہوں نے چند جملے حذف کرنے کے بعد فرمایا کہ میں ان شاء اللہ جلد ہی نوٹ لکھ کر بھیج دوں گا، لیکن والد مکرم اپنی شدید مصروفیات کی وجہ سے وہ نوٹ تحریر کر کے ہمیں ارسال نہ فرما سکے، جس وجہ سے وہ شامل اشاعت نہ ہو سکا۔

بہر حال توجہ دلانے کا از حد شکریہ، آئندہ ایڈیشن میں ان شاء اللہ العزیز داداجان رحمہ اللہ کا مکتوب گرامی جو ''الشریعہ کی اشاعت خاص'' میں شائع ہوا تھا حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے مضمون تلے حاشیہ میں درج کردیا جائیگا، آپ بھی اگر مناسب سمجھیں تو احقر کے اس مکتوب کو ''الشریعہ'' میں شائع فرمادیں تاکہ حضرت مفتی رفیع صاحب مدظلہ کے اس مضمون [جو کہ ماہنامہ ''البلاغ'' اور روزنامہ ''اسلام'' میں بھی طبع ہو چکا ہے۔] سے داداجان کے مؤقف کے بارے پیدا شدہ غلط فہمیاں دور ہو سکیں اور حضرت امام اہل سنت کے متعلقین ان کے درست مؤقف سے آگاہ ہو سکیں۔ [الشریعہ،

فروری ۲۰۱۰ء]

۹......ماہنامہ ''الشریعہ'' میں ہی ایک اور قاری عمار صاحب کے اس تبصرے پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''(محترم مولانا عمار خان صاحب) الشریعہ جنوری ۲۰۱۰ میں مجلّہ ''المصطفیٰ'' کے امام اہل سنت نمبر پر آپ کے تبصرہ کے حوالے سے کچھ عرض کرنا چاہوں گا۔ آپ نے بریلوی دیوبندی اختلاف کے ضمن میں مذکورہ مجلّہ میں مولانا مفتی رفیع عثمانی صاحب کے پیش کردہ تصور پر تحفظات ظاہر کیے ہیں۔ راقم دو جملوں کے حوالے سے، جو آپ نے انڈر لائن کیے ہیں، آپ کی توجہ کا طالب ہے۔ پہلا جملہ ہے: ''(بریلوی اور دیوبندی مکاتب فکر میں) حقیقت میں ایسا کوئی اختلاف عقائد کے باب میں نہیں ہے جس کی بنا پر ایک دوسرے کو گمراہ یا فاسق قرار دیا جائے۔'' اور دوسرا جملہ ہے: (مفتی صاحب نے دیوبندی بریلوی ہم آہنگی کے حوالے سے مولانا سرفراز خاں صفدر مرحوم کے حضور اپنا مدعا بیان کیا تو انہوں نے) اس پر مسرت کا اظہار کیا اور اس کی تائید فرمائی۔''

آپ کا کہنا ہے کہ ''بریلوی دیوبندی اختلاف سے متعلق مفتی صاحب کا یہ تجزیہ حضرت شیخ الحدیث کے منہج فکر اور نظریات سے کتنا ہم آہنگ ہے، یہ نکتہ زیادہ محتاج وضاحت نہیں، لیکن کسی وضاحتی یا اختلافی نوٹ کے بغیر اس کی شمولیت نہ اس اشاعت کے مرتبین کو کھٹکی ہے اور نہ موصولہ مواد پر نظرِ ثانی کر کے اس کی منظوری دینے والے بزرگوں کو۔'' میری گزارش یہ ہے کہ جس نکتے کو زیادہ محتاج وضاحت نہیں سمجھ رہے، وہ بہت سے لوگوں کے نزدیک سخت محتاج وضاحت ہے۔ آپ براہِ کرم یہ وضاحت ضرور شائع فرمائیں۔'' [الشریعہ، فروری ۲۰۱۰ء]

۱۰......مجلّہ ''تسکین الصدور'' بہاول پور کے مدیر مولانا جمیل الرحمٰن عباسی مدظلہ ''امام اہل سنت نمبر'' پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ کے مضمون میں بعض مندرجات نے چونکا دیا ہے، حیرت ہے کہ انہوں نے رضاخانی بھیڑ کے چند افراد سے ملاقات کر کے یہ نتیجہ کیسے اخذ کر لیا کہ ''دونوں مکاتب فکر (دیوبندی، بریلوی) کا اختلاف بڑی حد تک صرف تعبیر اور الفاظ کا اختلاف ہے، حقیقت میں ایسا کوئی اختلاف عقائد کے باب میں نہیں ہے، جس کی بنیاد پر ایک دوسرے کو گمراہ یا فاسق قرار دیا جائے'' کیا علم غیب، حاضر ناظر، مختار کل، نور و بشر، اور مافوق الاسباب پکار جیسے مسائل جنہیں صدیوں سے فقہاء کرام شرکیہ قرار دیتے آئے ہیں یہ سب تعبیر کے اختلافات ہیں؟ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ سے لیکر حضرت امام اہل سنت تک بڑے بڑے اکابر دیوبند نے جو رضاخانی ٹبر کو ان شرکیہ عقائد کا حامل قرار دیا، آنجناب کی ''تعبیر'' ان اکابر کی دیانت وفہم پر سوالیہ نشان نہیں ہے؟ صرف تعبیر کے

اختلاف میں پڑ کر ہمارے اکابر نے کیا اپنے وقت کا خون کیا؟ ویسے تعبیر کی حدود اربعہ کی وضاحت بھی وقت کا تقاضا ہے۔اور پھر اس سلسلے میں حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کو اپنے موید کے طور پر باور کرانا مزید تعجب خیز ہے جبکہ حضرت امام اہل سنتؒ کا موقف روز روشن کی طرح واضح اور عیاں ہے جو ان کی کتب، دروس میں مذکور ہے سردست حضرت رحمہ اللہ کا ایک مکتوب گرامی ملاحظہ فرمائیں جو ماہنامہ ''الشریعۃ'' گوجرانوالہ کے شکریہ کے ساتھ قارئین کی نذر ہے،اس مکتوب گرامی سے اندازہ ہوتا ہے کہ دیوبندی بریلوی اتحاد کے بارے حضرت امام اہل سنت کا موقف غیر مشروط نہیں ہے اور ان شرائط کے بغیر صلح کرنے کو وہ بے غیرتی قرار دیتے ہیں اور صلح کرنے والے دیوبندی علماء کی برملا مخالفت کا اعلان کرتے ہیں۔ملاحظہ ہو!......

اس کے علاوہ اور حضرات کی طرف سے بھی اس قسم کی آراء ملی ہیں۔سب کا احصاء مقصود نہیں۔ غرض تو صرف یہ ہے کہ آنجناب مندرجہ بالا حضرات کی تحاریر و گفتگو کی روشنی میں غور فرمالیں۔امید ہے خصوصی شفقت سے نوازتے ہوئے اپنے مصروف ترین اوقات میں سے چند ساعات اس کام کے لیے نکال لیں گے۔بندہ آپ کا بے حد ممنون اور شکر گزار ہوگا۔

یاددہانی کی خاطر جوابی لفافہ بھی ہمراہ ہے، بندہ آپ کے جواب کا شدت سے منتظر ہے۔

والسلام......سرفراز حسن خان حمزہ......متعلم: دارالعلوم مدنیہ، بہاول پور......۲۰۱۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منجانب: سرفراز حمزہ/دارالعلوم مدنیہ، بہاول پور

بخدمت اقدس حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے!

آنجناب کو یاد ہوگا کہ ۲۰۰۹ء میں راقم کے جد امجد امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی وفات حسرت آیات کے بعد بندہ ناچیز نے ''المصطفیٰ'' کے ''امام اہل سنت نمبر'' کے لیے آپ سے مضمون کی گزارش کی تھی، جسے قبول فرماتے ہوئے آپ نے ''چند یادیں'' کے عنوان سے ایک مضمون ارسال فرمایا تھا۔آپ کے اس مضمون کے بارے حضرت امام اہل سنت کے صاحبزادگان، تلامذہ اور متعلقین ومتوسلین سمیت راقم کی اپنی رائے بھی یہی تھی کہ: یہ حضرت امام اہل سنت کے ذوق ومسلک کی درست ترجمانی نہیں کرتا، اور جو بات اس مضمون میں اُن کی طرف منسوب کی گئی وہ اُن جیسی شخصیت سے بہت بعید ہے۔اسی لیے اس کی وضاحت ازحد ضروری ہے۔اسی سلسلے میں غالباً ۲۰۱۰ء میں ''شیخ المشائخ نمبر'' اور دیگر

چند کتب کے ساتھ آپ کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا تھا۔ (راقم کے کمپیوٹر میں فنی خرابی کے باعث تمام ریکارڈ ضائع ہو گیا جس میں وہ عریضہ بھی موجود تھا، اس لیے بعینہ اس کی کاپی کا ملنا تو اب مشکل ہے، اور عین وہی الفاظ اب پوری طرح یاد نہیں، اپنی یادداشت کی حد تک اسی مضمون کو دوبارہ تحریر کیا ہے۔) جس کی کاپی ہمراہ لف ہے۔ کئی ماہ کے طویل انتظار کے باوجود نہ اس کا جواب موصول ہو سکا اور نہ ہی ''شیخ المشائخ نمبر'' یا دیگر کتب کی وصولی کی رسید مل سکی۔ لہٰذا چند ماہ انتظار کے بعد جواب کی یاد دہانی کی خاطر ایک اور عریضہ ارسال کیا، جس کا درج ذیل جواب مؤرخہ 14/06/2011 کو ملا:

محترم جناب سرفراز حسن خان حمزہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ　　　　　　خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو۔

آپ کا خط حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کو موصول ہوا، حضرت نے ملاحظہ کرنے کے بعد فرمایا: آپ کا ارسال کردہ خط مل گیا، ہجوم مشاغل اور علالت کی وجہ سے موقع نہیں مل سکا، کئی دفعہ کچھ لکھنا شروع کیا تھا مگر بیچ میں رہ گیا۔ ان شاء اللہ جیسے ہی موقع اور مہلت ہوگی جواب لکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے علم وعمل اور عمر میں برکت اور تمام مقاصد حسنہ میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت مفتی صاحب نے اپنی علالت اور دیگر عوارض کی وجہ سے مجھے جواب بھیجنے کی ہدایت فرمائی۔

والسلام......محمد فخر

نائب معاون خصوصی برائے حضرت رئیس الجامعہ، دارالعلوم کراچی

اب تقریباً پونے دو سال کا عرصہ مزید انتظار کے بعد ایک بار پھر انتہائی شدید ضرورت کے تحت آپ کو تکلیف دینے کی جسارت کر رہا ہوں۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ آپ کی اس تحریر کو بنیاد بنا کر منکرین حیات انبیاء ''فتنۂ مماتیہ'' ہمارے علماء کو اپنے ''اکابر کا باغی'' قرار دے رہے ہیں، چنانچہ حال ہی میں اُن کے مشہور ومعروف مناظر خضر حیات صاحب کی کتاب ''اکابر کا باغی کون؟'' سامنے آئی ہے، جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ:

''ان لوگوں (قائلین حیات انبیاء) کا اکابر دیوبند کے ساتھ اختلاف صرف ''حیات وسماع'' کے مسائل میں نہیں، بلکہ دراصل ان کا اکابر سے اختلاف ''توحید وسنت'' کے مسائل میں ہے۔ یہ لوگ نام تو اکابر دیوبند کا لیتے ہیں، لیکن عقائد ونظریات بریلویوں والے اپناتے ہیں، جن کو اکابر دیوبند کفریہ وشرکیہ قرار دے چکے ہیں۔ چنانچہ ان کے ''مفتی اعظم پاکستان'' مفتی رفیع عثمانی صاحب نے لکھا ہے ''ہمارے اور بریلویوں کے مابین عقائد کا کوئی اختلاف نہیں''۔ نیز ان کے ''امام اہل سنت'' مولانا سرفراز خان صفدر نے بقول مفتی صاحب اس بات میں اُن کی تائید کی اور مسرت کا اظہار کیا۔'' [ملخصا، مقدمہ اکابر کا باغی کون......مصنفہ مولانا خضر حیات بھکروی]

حالانکہ حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ تو جابجا واضح فرماتے ہیں کہ فرقہ بریلویہ کے ساتھ ہمارا اختلاف اُصولی اور عقائد کا ہے، جیسا کہ سابقہ مکتوب میں چند حوالے پیش کر چکا ہوں۔ مزید حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

۱......حضرت امام اہل سنت فرماتے ہیں:

’’یاد رکھنا! انہیں فروعی مسئلے نہ سمجھنا، جیسے بہت سارے نادان یہ سمجھتے ہیں کہ جیسے حنفی، شافعی، مالکی وغیرہ اختلافات فروعی ہیں یہ بھی ایسے ہی ہیں۔ حاشا و کلا یہ سب کفر ہیں۔ قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہیں، تمام فقہائے ملت کی مخالفت ہے۔‘‘

[ذخیرۃ الجنان، ج:۱۳، ص:۳۶۸۔ المؤمنون]

۲......ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

’’اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ناظر ہونے کی صراحت کے ساتھ نفی کی گئی ہے۔ لیکن جاہل قسم کے لوگوں (بریلویوں) نے بلاوجہ حاضر وناظر اور علم غیب کا عقیدہ گھڑ لیا ہے۔‘‘

[ذخیرہ، القصص، ج:۱۵، ص:۸۹]

۳......ایک جگہ فرماتے ہیں:

’’اگر اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کے پاس خدائی اختیارات ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے، جب آپؐ کے پاس (بھی) خدائی اختیارات نہیں ہیں تو اور کسی کے پاس کس طرح ہوسکتے ہیں؟ مگر ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ آج بھی لاؤڈ سپیکر پر پڑھا جاتا ہے: ’’الصلوٰۃ والسلام علیٰ مختار اللہ‘‘ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔ کوئی معمولی آدمی بات کرے تو اس بات کی اتنی اہمیت نہیں ہوتی اور اگر باحیثیت آدمی بات کرے تو اس کی بات کی اہمیت ہوتی ہے، یہ بات احمد رضا خان بریلوی نے لکھی ہے، جس کو ان لوگوں نے اماموں کے برابر کھڑا کیا ہوا ہے۔ اس نے اپنی کتاب ’’الامن والعلیٰ‘‘ میں لکھا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام اختیارات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیئے ہیں، (اب اللہ تعالیٰ فارغ ہیں) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کو دے دیئے ہیں۔

احد سے احمد کو اور احمد سے تجھ کو   سب کن مکن حاصل ہے یاغوث

احد (یعنی) اللہ تعالیٰ کی ذات نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیارات دے دیئے اور احمد نے کن مکن کے سب اختیارات سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو دے دیئے۔

اور (احمد رضا خان) ’’الامن والعلیٰ‘‘ میں لکھتا ہے کہ: سورج نہیں چڑھتا جب تک شیخ عبدالقادر جیلانی سے اجازت نہ لے لے اور سلام نہ کرلے۔............ بھائی! خدا خدا ہے، اس کا حصہ دار کوئی

نہیں، اور یہ بڑے بنیادی مسائل ہیں، ان کو فروعی مسائل نہ سمجھنا۔ یہ نظریات قرآن پاک کے صریح خلاف ہیں۔'' [ذخیرہ، القصص، ج:۱۵، ص:۱۲۱۔۱۲۲]

۴......مزید فرماتے ہیں:

''جب مشکلات پیش آتی ہیں تو مشرک (بریلوی) لوگ کہتے ہیں:

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن

در دین و دنیا شاد کن یا غوث اعظم دستگیر

یہ خالص شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا نہ کوئی حاجت روا، نہ کوئی مشکل کشا، نہ کوئی فریادرس اور نہ کوئی دستگیر، نہ کوئی دینے والا اور نہ کوئی لینے والا۔ اس کو جاہل قسم کے لوگ فروعی مسائل سمجھتے ہیں، یہ فروعی مسائل نہیں ہیں، یہ کفر وشرک کی بنیاد ہے۔ فروعی مسائل تو ہیں حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی کے درمیان۔ یہ عقائد تو بالکل قرآن کے خلاف ہیں۔ یاد رکھنا! ساری عمر نمازیں پڑھتا رہے، ایک دفعہ کہے: ''یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاللہ۔'' اور عقیدہ ہو کہ شیخ عبدالقادر جیلانی ہر جگہ سے سنتے اور دیتے ہیں تو کافر ہو گیا۔ ساری عبادات باطل ہو گئیں۔ یہ چھوٹے مسائل نہیں ہیں۔''

[ذخیرہ، القصص، ج:۱۵، ص:۱۵۸]

۵......ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''فقہائے کرام نے فرمایا ہے: من قال ارواح المشائخ حاضرة تعلم کان یکفر۔ جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی ارواح میرے پاس موجود ہیں اور ہمارے حالات کو جانتی ہیں تو وہ پکا کافر ہے۔'' چاہے نمازیں پڑھے، چاہے روزے رکھے، حج کرے، قربانی دے، فطرانہ دے۔ (وہ) پکا کافر ہے۔ بریلوی مولویوں اور پیروں کا یہی عقیدہ ہے اور ان کے جو خاص مقربین ہیں، غالی قسم کے لوگ، ان کا بھی یہی عقیدہ ہے، باقی عوام بے چارے تو ناسمجھ ہیں۔ ان کے مولوی، پیر اور جو غالی بریلوی ہیں عوام میں سے، وہ پیغمبروں کو حاضر وناظر مانتے ہیں، ولیوں، شہیدوں کو بھی حاضر وناظر مانتے ہیں اور یہ سب کفر ہے۔ فقہائے کرام کا طبقہ بہت محتاط طبقہ ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: اگر کوئی آدمی ایسا جملہ بولے کہ اس کے سو(۱۰۰) معنی بنتے ہوں، ننانوے کفریہ ہوں اور ایک اسلام کا ہو تو اس کو کافر نہ کہو، (کیوں کہ) ہو سکتا ہے کہ اس کی مراد اسلام والا معنی ہو۔ ایک فیصد احتمال کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ اس سے بڑی احتیاط کیا ہوگی؟ (اس احتیاط کے باوجود) یہ فقہائے کرام کا طبقہ اس بات پر متفق ہے کہ: جو بزرگوں کی ارواح کو حاضر وناظر جانے اور عالم الغیب جانے وہ پکا کافر

ہے۔ یہ کوئی فروعی مسائل نہیں ہیں کہ ان کو نظر انداز کر دیا جائے۔''

[ذخیرہ، العنکبوت، ج:۱۵،ص:۲۵۰]

۶......پھر فرماتے ہیں:

''......بعینہ اسی طرح سمجھو کہ سارا کچھ رب نے کیا اور حاجت روا، مشکل کشا، دست گیر شیخ عبدالقادر جیلانی بن گیا اور (بریلوی) بڑے زور و شور کے ساتھ کہتے ہیں:

امداد کن امداد کن از بندِ غم آزاد کن ۔۔۔ در دین و دنیا شاد کن یا غوث اعظم دستگیر

بعض جاہل قسم کے لوگ ان مسائل کو فروعی سمجھتے ہیں، جیسے حنفی، شافعی، مالکی، حنابلہ کے درمیان فروعی مسائل ہیں۔ حاشا و کلا ثم حاشا و کلا ایسا نہیں ہے۔''

[ذخیرہ، العنکبوت، ج:۱۵،ص:۲۵۱]

۷......یہ بھی فرماتے ہیں:

''......تو (مکہ کے) مشرک بھی جب کشتیوں میں سفر کرتے اور پھنس جاتے تو صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے، اخلاص کے ساتھ اسی پر یقین کرتے ہوئے اور اس کے دین پر چلتے ہوئے۔ یہ سکہ بند مشرکوں کا حال ہے۔ اور ہمارے جو کلمہ گو مشرک (بریلوی) ہیں، یہ کیا کہتے ہیں؟

بگرداب بلا افتاد کشتی ۔۔۔ مدد کن یا معین الدین چشتی

کشتی ڈوبنے لگی ہے، معین الدین! ہماری مدد کو پہنچو!''

[ذخیرہ، ج:۱۵،ص:۲۵۸]

۸......اور فرماتے ہیں:

''کوٹ ادو سے لوگ جب ڈیرہ غازی خان جاتے تھے تو غازی گھاٹ جگہ تھی، وہاں سے کشتیوں پر بیٹھ کر جاتے تھے۔ اب وہاں پر پُل بن گیا ہے اور ریلوے لائن بھی بچھ گئی ہے۔ تو یہ (بریلوی) لوگ جب کشتی پر سوار ہوتے تھے تو کہتے تھے......

یا بہاء الحق! بیڑا دَھک [ایضا]

۹......پھر فرماتے ہیں:

''(ہم اپنے زمانہ طالب علمی میں ملتان میں حضرت بہاوالدین نقشبندی کے مزار پر گئے تو قوالی ہو رہی تھی،) قوالی کے عجیب و غریب قسم کے الفاظ تھے۔ اس میں ایک شعر یہ بھی تھا ؎

خدا سے میں نہ مانگوں گا کبھی فردوسِ اعلیٰ کو
مجھے کافی یہ تربت معین الدین چشتی کی

ایک مقام پر ایک قوال نے یہ کہا......

نہ جا مسجد، نہ کر سجدہ، نہ رکھ روزہ، نہ مر بھوکا
وضو کا توڑ دے کوزہ، شراب شوق سے پیتا جا

یہ خیر سے مسلمان ہیں اور وہ (مکہ والے) مشرک تھے۔'' (جو کشتی ڈوبنے کے وقت اخلاص سے اکیلے خدا کو یاد کرتے تھے۔) [ایضاً، ص:۲۵۹]

۱۰......ایک جگہ فرماتے ہیں:

''......مگر ظلم، حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ آج کل کے مشرک کلمہ بھی پڑھتے ہیں اور شرک میں ڈوبے ہوئے بھی ہیں اور کہتے ہیں:

بگرداب بلا افتاد کشتی مدد کن یا معین الدین چشتی
امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن در دین و دنیا شاد کن یا غوث اعظم دستگیر

دنیا اور آخرت کی کامیابی ان سے مانگتے ہیں۔ یقین جانو اس سے بڑا اور کوئی شرک نہیں ہے۔ [ذخیرہ، ج:۱۵، ص:۴۰۷]

یہ چند حوالہ جات بطورِ نمونہ پیش کیے ہیں، ورنہ حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کی تقاریر و تصانیف میں اس طرح کی سینکڑوں عبارات موجود ہیں۔ حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کی اس قدر واضح اور صاف بے لچک عبارات کے باوجود فقط آپ کے مضمون کو بنیاد بنا کر اُن صاحب کا امام اہل سنت کو ''اکابر کا باغی'' اور ''بریلوی عقائد کا حامل'' کہنا انتہائی ناانصافی اور صریح بد دیانتی ہے۔ اب ایک بار پھر آپ سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ براہِ کرم آپ جلد از جلد اپنے اس مضمون کی وضاحت فرمائیں۔ امید قوی ہے کہ معاملے کی سنگینی کے پیش نظر خصوصی شفقت فرمائیں گے اور پہلی فرصت میں جواب سے نوازیں گے۔ بندہ آپ کا بے حد ممنون اور شکر گزار ہوگا۔

یاد دہانی کی خاطر جوابی لفافہ بھی ہمراہ ہے، بندہ آپ کے جواب کا شدت سے منتظر ہے۔

والسلام......سرفراز حسن خان حمزہ......حال مقیم: دار العلوم مدنیہ، بہاول پور

یکم مئی ۲۰۱۳ء......بدھ

اس ماہ سے مجلّہ ''صفدر'' کی قیمت میں پانچ روپے فی شمارہ اضافہ کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام نوٹ فرمالیں۔

مولانا عبدالجبار سلفی

مفتی محمد زاہد صاحب کے موقف پر ایک تحقیقی نظر

معاصر ماہ نامہ الشریعہ گوجرانوالہ، بابت جون ۲۰۱۳ء میں جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد کے شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد زاہد صاحب کا ایک مضمون بعنوان ''برصغیر کی دینی روایت میں برداشت کا عنصر'' پہلی قسط کے طور پر شائع ہوا۔ فاضل مضمون نگار نے برصغیر پاک و ہند کی مذہبی و دینی روایات میں عدمِ برداشت، اشتعال اور فرقہ وارانہ تقسیم پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ عدمِ برداشت کا تعلق فقط مذہب، مسلک، فرقہ اور عقائد و نظریات سے ہے یا علاقائی، موسمی، خاندانی اور ذاتی مزاج بھی اس میں مدخل ہیں، ہمیں فاضل مضمون نگار کے عنوان اور زیرِ عنوان کی نگارشات میں مماثلت کی کوئی جھلک نظر نہیں آئی۔ فقط ایک ہی مسئلے پر قلم کشائی کی گئی ہے کہ علماء امت نے شیعیت کی تکفیر کا متفقہ فتویٰ جاری نہیں کیا۔ مبادلۂ افکار و خیالات کی رُو سے پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا خطۂ برصغیر میں فقط شیعہ، سنی کش مکش ہی میں عدم برداشت پایا جاتا ہے؟ کیا دیوبندی و بریلوی، حنفی و غیر مقلد، مرزائی و مسلمان، حیاتی و مماتی، ملا و صوفی حتیٰ کہ مدنی و تھانوی تک کے دائروں میں برداشت، تحمل، وسعتِ نظر اور باوقار اختلاف موجود ہے؟ جب عدم برداشت معاشرے کے ہر ہر فرد کے لہو میں سرایت کر کے خاکم بدہن بلڈ کینسر کا روپ دھار چکا ہے تو پھر شیعیت ہی موضوعِ سخن کیوں؟ اور اس ضمن میں قائد اہل سنت حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ اور آپ کے والد گرامی ابوالفضل مولانا قاضی کرم الدین دبیر رحمہ اللہ کا بطور اہتمام ذکر کرنا اور ان کی کتب سے اپنے خیالات کشید کرتے ہوئے ادھورے اقتباسات پیش کر کے تکلف اُٹھانا بلاوجہ ہلاکت آمیز نتائج نکالنے کے مترادف ہے۔ تاہم دلی مسرت محسوس کرتے ہوئے ہم اس امر کا اظہار کرتے ہیں کہ اہلِ علم نے ایک پیچیدہ اور دبے ہوئے موضوع پر کافی عرصے کے بعد اپنے خیالات کی نکاسی کی ہے اور اسی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ہمیں بھی اپنی طالب علمانہ معروضات ملک و ملت کے سامنے رکھنے کا موقع مل رہا ہے۔

فاضل مضمون نگار کو اپنے خیالات کے اظہار کا مکمل حق ہے اور ہمیں ان کے خیالات سے اختلاف پیش کرنے کا پورا استحقاق! اپنے دماغ میں جنم لینے والی باتوں کو ''خیالات'' قرار دینا اور دوسروں کے

سنجیدہ اختلاف کو انا کا مسئلہ بنالینا اہل تحقیق کا شیوہ نہیں ہے کیونکہ علم کی اپنی آبرو ہوتی ہے اور آبرو باختہ طبائع کا علمی مزاج سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ سو فاضل مضمون نگار کی خدمت میں پیشگی معذرت اور قلبی تعظیم کے باوجود ہم ان کی کاوشِ فکر پر ایک تحقیقی اور طائرانہ نظر ڈالتے ہیں۔ امید ہے کہ اس متانت آمیز اختلاف سے قارئین کی ذہنی رسائیوں کو وُسعت ملے گی۔

فاضل مضمون نگار کا پہلا اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

''برصغیر میں اہل السنۃ والجماعۃ ہمیشہ اکثریت میں رہے ہیں۔ تاہم اہل تشیع کا بھی ہمیشہ قابل ذکر وجود رہا ہے۔ بعض علاقوں میں ان کی تعداد خاصی زیادہ رہی ہے بعض جگہوں پر مقامی حکمران یا نواب وغیرہ اہل تشیع میں سے رہے ہیں۔ نظریاتی طور پر اہل سنت اور اہل تشیع کے درمیان بڑے نازک مسائل میں اختلاف موجود رہا ہے۔ ان مسائل پر بحث، مباحثہ، اور کتابیں لکھنے کا سلسلہ بھی رہا ہے لیکن سوائے چند استثنائی مثالوں کے اختلاف کبھی ایک دوسرے کے لیے جانی خطرات کا باعث نہیں بنا۔ جن مسائل میں فریقین کے درمیان اختلاف رہا ہے، وہ بنیادی طور پر تو حضور اقدس ﷺ کی رحلت کے بعد کی تاریخ کے پیدا کردہ ہیں، تاہم ان کے ساتھ چونکہ کئی مقدس اور محترم شخصیات کے ساتھ عقیدت کا معاملہ آ گیا ہے، اس لیے انہوں نے بہت زیادہ نزاکت اور حساسیت اختیار کر لی اور اس اختلاف کی حیثیت اصولی اختلاف کی بن گئی۔ اگرچہ اب بھی فریقین کے درمیان بہت سے مشترکات موجود ہیں۔ دین کے اصل الاصول امور میں کوئی خاص اختلاف نہیں ہے'' (''الشریعہ'' صفحہ نمبر ۱۰)

تبصرہ

ہمیں فاضل مضمون نگار کے اس ایک اقتباس میں حقیقت سے گُریز پائی کا عنصر دکھائی دے رہا ہے اور فکری تذبذب کے ساتھ ساتھ لفظ بلفظ تضادات وتشکیک کے کانٹے بکھرے نظر آ رہے ہیں......اگر ہم اس مکمل اقتباس کی تلخیص درج کر دیں تو شاید زیادہ تبصرے کی حاجت بھی نہ رہے اور صاحبانِ فکر ونظر بڑی آسانی سے کوئی نتیجہ اَخذ کر سکیں۔ اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے۔

۱...... اہل سنت اور اہل تشیع میں نازک مسائل میں اختلاف رہا ہے۔

۲...... یہ اختلافات کبھی جانی خطرات کا باعث نہیں بنے۔

۳......مقدس شخصیات کی عقیدت کی وجہ سے اس اختلاف نے اصولی اختلاف کی حیثیت اختیار کر لی۔

۴...... فریقین میں بہت سے مشترکات اب بھی موجود ہیں۔

۵......اصل الاصول میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اربابِ فکر ونظر ذرا ان ارشادات پر غور فرمائیں کہ شیعہ وسنی میں اُصولی اختلافات ہیں، مگر ان میں بہت سی مشترکات بھی ہیں۔ اصولی اختلاف اور پھر اشتراک؟ یاللعجب! اور اس سے زیادہ تعجب یہ کہ ''اصل الاصول میں کوئی اختلاف نہیں'' فیاللعجب

حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں

فاضل مضمون نگار بخوبی جانتے ہوں گے کہ جب کوئی فرقہ اصولوں کی بناء پر اسلام سے ہٹ جاتا ہے تو پھر اس کے ساتھ اشتراک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی اور یہ بھی پیش نظر رہے کہ جن مقدس شخصیات سے تعلق کو ''عقیدت'' کا نام دیا گیا ہے۔ وہ دراصل ''عقیدے'' کا معاملہ ہے عقیدت اور عقیدے میں وہی فرق ہے جو خود شیعہ وسنی میں ہے اور یہ راز بھی فاضل مضمون نگار کی اپنی عبارت میں مضمر ہے کیونکہ وہ خود کہتے ہیں کہ ''مقدس شخصیات کے ساتھ عقیدت کے معاملہ کی وجہ سے یہ اختلاف، اصولی اختلاف کی حیثیت اختیار کر گئے''

حضورِ والا! اصولی اختلاف عقیدے کے ٹکراؤ سے وجود میں آتے ہیں نہ کہ عقیدت کے ٹکراؤ سے......کون نہیں جانتا کہ صحابہ کرامؓ رشد وہدایت کی وہ مشعلیں ہیں جن کی کرنیں دور دور تک ضیا پاش ہوئیں جب پورے کا پورا معاشرہ ظلم وسرکشی اور تمرّد کی آفتوں میں گھرا ہوا تھا اور انسانوں کے حیاء سوز افعالِ قبیحہ ماحول کو بدبودار کیے ہوئے تھے، وہ صحابہ ہی تھے جن کے زہد وایقان کی خوشبوؤں نے پورے عالم پر مُشکِ نافہ کا چھڑکاؤ کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب قرآن مجید نے اُن پر جمالِ الٰہی کی چادریں تان دیں اور نبوت نے انہیں اپنی آغوش میں لے لیا تو یہ جماعتِ مقدس امت کا ''عقیدہ'' بن گئی نہ کہ محض مرکزِ عقیدت......شارح ہدایہ علامہ ابن ہمامؒ کی ایمانی جلالت یونہی تو نہیں کہہ اُٹھی کہ

''ان من فضل علياً على الثلاثة فمبتدع وان انكر خلافة الصديق اوعمر رضى الله عنهما فهو كافر''. (فتح القدير جلد اول صفحه نمبر ۳۰۴)

ترجمہ: ''جو حضرت علیؓ کو حضرات ثلٰثہ پر ترجیح دے وہ بدعتی ہے اور جو حضراتِ ابوبکرؓ وعمرؓ کو خلیفہ نہ مانے وہ کافر ہے''

اور کون نہیں جانتا کہ اہل تشیع نہ صرف خلفاء کی خلافت کا انکار کرتے ہیں۔ بلکہ انہیں خلافت غصب کرنے والا اور آلِ رسول ﷺ پر ظلم کرنے والا قرار دے کر نفرتوں کے وہ بھبکے اُڑاتے ہیں کہ اس پر ایک ہزار سال کا لٹریچر شاہد ہے۔ کسی صدی کا کوئی مہذب سے مہذب شیعہ مجتہد یا عالم پیش کیجیے جس نے اصحاب رسول ﷺ کی بھداڑانے میں اپنے شب وروز فرق نہ کیے ہوں؟

تاہم شیعہ وسنی اختلاف کی بنیاد مقدس شخصیات نہیں ہیں بلکہ مسئلہ امامت ہے۔ اسلام نے حضور

اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد تصور خلافت دیا ہے اور اہل تشیع نے اس کے مقابل عقیدہ امامت کا خود ساختہ نظریہ پیش کیا ہے۔ یہی وہ اصولی اختلاف تھا جس کی بناء پر اہل اسلام اور اہل تشیع کی راہیں جدا جدا ہو گئیں اور اس کے بعد شیعیت میں جتنا بگاڑ آیا ہے وہ اسی عقیدۂ امامت کی وجہ سے آیا ہے اور یہ عقیدۂ امامت شیعہ کے ہاں منصب نبوت سے بڑھ کر ہے۔ اس لیے فاضل مضمون نگار مذہب شیعہ کے متقدمین ہی نہیں، بلکہ متاخرین کی کتب بھی پڑھیں تو یکسانیت ملے گی۔ اگر ہمارے مخاطب ایک معروف عالم دین اور منصب افتاء پر فائز نہ ہوتے تو ہم چند حوالہ جات درج بھی کر دیتے لہٰذا طوالت کے خوف سے ہم انہیں نظر انداز کر رہے ہیں اور ویسے بھی شیعہ عقیدۂ امامت اب اتنا آشکارا ہو چکا ہے کہ ہر جگہ اس پر شواہد دینے کی ضرورت ہی نہیں رہی البتہ دو حوالے پڑھتے جایئے۔

عصر حاضر کے معروف شیعہ مجتہد محمد حسین ڈھکو فاضل نجف اشرف عراق لکھتے ہیں:

''تمام شیعہ امامیہ اس کے قائل ہیں کہ امام کو نبی کی طرح اول عمر سے آخر عمر تک تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے اور احکام میں ہر قسم کی خطاء ولغزش سے منزہ ومبرّ ہ اور معصوم ہونا ضروری ہے۔

(اثبات الامامت، صفحہ نمبر ۲۳، ناشر مکتبہ السبطین سٹیلائٹ ٹاؤن، سرگودھا)

اور اس سے پہلے خمینی صاحب بھی لکھ آئے ہیں۔

''ہمارے ضروریاتِ مذہب میں یہ بات داخل ہے کہ کوئی بھی ائمہ کے مقامِ معنویت تک نہیں پہنچ سکتا، چاہے وہ ملک مقرب یا نبیٔ مرسل ہو، وہ بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔

(حکومت اسلامی، ناشر کتاب مرکز، شمالی ناظم آباد، کراچی)

خمینی صاحب صرف مذہبی نہیں، بلکہ ملتِ شیعہ کے سیاسی راہنما تھے اور انہوں نے یہ بات ضروریات مذہب میں شامل کی ہے کہ انبیاء ومرسلین تک بھی آئمہ کے رتبے کو نہیں پہنچ سکتے۔ اب بطور تقیہ اہل تشیع ختم نبوت کا اقرار بھی کر لیں تو وہ نا قابل قبول ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے بعد عصمت کا اجراء منصب ختم نبوت پر ضرب کاری ہے۔ اسی بناء پر حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ''تفہیمات الٰہیہ'' میں اہل تشیع کو ختم نبوت کا منکر قرار دیا ہے اور علماء اہل سنت نے اسی بنیادی عقیدے کی بناء پر فیصلہ صادر فرمایا ہے کہ شیعیت اور اسلام دو مختلف اور جُدا چیزیں ہیں۔ اثنا عشری شیعہ ہوں یا اسماعیلی یا پھر نُصیری، (اس وقت یہی تین فرقے دنیا میں پائے جاتے ہیں) ان تینوں سے اہل السنۃ والجماعۃ کا اصولی اختلاف ہے اور اصولی اختلاف کے فاصلے کبھی نہیں مٹتے۔ نیز اصولوں پر سودے بازی یا پھر اصولی مخالفین سے ''اشتراک'' کی راہیں تلاش کرنا ہر دیدۂ بینا کے لیے وجۂ صد استعجاب ہے۔

فاضل مضمون نگار اگر خطاء وصواب، اور حق و باطل کے معیار پر غور کرتے تو وہ اس خوش فہمی یا غلط

فہمی کا شکار کبھی نہ ہوتے۔ فروعی اختلافات میں خطاء وصواب کی خلیج ہوتی ہے اور اصولی مخالفین سے حق و باطل کا معرکہ ہوتا ہے۔ حق و باطل کی محاذ آرائی میں اشترا کی راہیں ڈھونڈنا مچھلی کے منہ میں زبان ڈھونڈنے کے مترادف ہے۔ یا دراز گوش کے سر سے سینگ!!

اہلِ تشیع کے عقائدِ ثمانیہ

جو حضرات شیعیت کے ہر تیور پر نگاہ رکھتے ہیں اور ان کی زندگیاں اسی دشت کی آبلہ پائی میں گذر گئی ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اہل تشیع کے آٹھ عقائد ایسے ہیں جو متصادم دین اسلام ہیں۔

۱......عصمت کا اجراء تسلیم کر کے ایک گونہ مفہوم ختم نبوت سے انحراف۔

۲......قرآن مجید کی محفوظیت سے انکار اور محرفین کو کافر نہ کہنا۔

۳......عقیدۂ رجعت، یعنی آخرت سے پہلے عالم دنیا میں ایک بار پھر لوٹنا ہے۔

۴......ائمہ کو افضل قرار دے کر افضیلت انبیاءؑ کا انکار کرنا۔

۵......حضراتِ شیخینؓ کی صحابیت اور خلافت سے انکار، جب کہ ان کا اللہ و رسول ﷺ سے رضا یافتہ ہوتا امر قطعی ہے۔

۶......ام المومنین سیدہ عائشہؓ سمیت ماسوائے سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ، جملہ ازواجِ رسول ﷺ کے متعلق منافرت پھیلانا۔

۷......حضور اکرم ﷺ کو اپنے نبوی مشن میں ناکام قرار دینا۔ جیسا کہ خمینی صاحب نے بھی صراحت سے کہہ دیا ہے۔ (اتحاد و یکجہتی، ص۱۵)

۸......حضور اکرم ﷺ کے بعد بلافصل خلافت کے قیام کا خدائی دعویٰ اور وعدہ تسلیم نہ کرنا، جب کہ یہ وعدہ قرآن مجید کی آیتِ استخلاف میں موجود ہے۔

سلطان العلماء حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود، جن کی علمی تندرستی کا یہ حال ہے کہ رگ رگ سے ارغوانی موجیں تلاطم خیز ہیں۔ یوں رقمطراز ہیں:

''حضراتِ محققین نے انہیں (شیعہ کو) ان کے عقائد ثمانیہ (آٹھ عقیدوں) کے باعث ہمیشہ دائرہ اسلام سے باہر سمجھا ہے۔ یہ نہیں کہ انہیں اسلام سے باہر کیا ہے۔ یہ عقائد اسلام میں تھے ہی کب کہ انہیں باہر کیا جائے؟ جو عقیدہ دائرۂ اسلام کے اندر ہوا سے کوئی باہر نہیں نکال سکتا اور جو اسلام کے قطعی عقیدوں سے معارض ہو، اسے اپنے اندر کوئی مسلمان جگہ نہیں دے سکتا۔ لزوم اور الزام اور بات ہے اور جو بات کفر ہو اس کا التزام اور اقرار اور بات ہے ان دونوں صورتوں میں

حکم بدل جاتا ہے۔شیعوں کے ان عقائد کا ان کے ہاں بار بار اقرار ہے اور یہ لوگ اس کا برملا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ان عقائد ثمانیہ کی بناء پر علماءِ حق نے ہمیشہ انہیں مسلمانوں سے باہر سمجھا ہے'' (عبقات جلد دوم،صفحہ نمبر ۲۰۸)

باقی فاضل مضمون نگار کا یہ کہنا کہ ''اہل تشیع کی کئی کتابیں اہل سنت کے ہاں پڑھائی جاتی رہیں ہیں۔جیسے نحو میں کافیہ پر رضی کی شرح یا منطق میں شرح تہذیب وغیرہ'' تو اس کی علمی حیثیت کوئی نہیں ہے۔علومِ خادمہ میں سے صَرف ونحو ہوں یا فلسفہ ومنطق،اس کا تعلق ادیان یا مذاہب کے تقارب سے قطعاً نہیں ہے۔اس کا تعلق معلومات کے ساتھ ہے اور معلومات میں نظریاتی سرحدیں رکاوٹ نہیں ہوتیں،فاضل مضمون نگار نے علم،معلومات اور عقیدے کو گڈ مڈ کر کے اچھا خاصا چڑیا گھر تیار کر دیا ہے۔ ثانیاً عرض ہے کہ علماء اہل سنت کی علمِ کلام یا منطق کی کتب پر جو شیعہ علماء نے شروحات لکھی ہیں،یہ اہل سنت کی علمی عظمت کی دلیل ہے۔کسی شیعی کتاب کو سُنی معتبر عالم دین نے علمی حیثیت دی ہو تو پیش کیجیے؟ الحمدللہ! علماء اہل سنت کے علوم و فیوض کے سینہ دوز دفینے قیامت تک چشمِ حیرت میں سُرمہ بصیرت ڈالتے رہیں گے۔فاضل مضمون نگار اگر شیعیت کے تبلیغی مزاج اور تدریسی رجحان کا مشاہدہ کرتے تو انہیں اندازہ ہوتا کہ شیعہ علماء کی کُل کائنات علم منطق ہے۔ان کے ذاکر اگر جاہلانہ اور عامیانہ لہجے میں اصحابِ رسول ﷺ پر تبرا بازی کرتے ہیں تو علماء شیعہ فلسفیانہ انداز میں تبرا بازی کرتے ہیں دور حاضر کے رافضی علماء میں سے علامہ طالب جوہری،غضنفر عباس،عقیل الغروی،عبدالحکیم بوترابی،اور ضمیر نقوی وغیرہ اسی قبیل سے ہیں۔فاضل مضمون نگار سے بصد احترام عرض ہے کہ آپ کے دعوے کے مطابق ''نحو میں کافیہ پر رضی کی شرح کسی زمانے میں یہاں داخل درس رہی'' اور سنی عالم علامہ تفتازانیؒ کی ''تہذیب'' کی شیعی شرح تہذیب بھی''......اور اس پیرائے کی ابتداء میں آپ نے لکھا ہے ''اہل تشیع کی کئی کتابیں سنیوں کے ہاں پڑھائی جاتی رہیں۔'' ایک دو شروحات اور لفظ ''کئی''؟؟ مبالغہ آمیزی سے ترازو کا پلڑا جھکا کر بھلا کب کوئی فاتح بن پایا ہے؟

آنکھوں والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے؟

علماءِ اہل سنت کا فتویٰ تکفیر

فاضل مضمون نگار نے مندرجہ ذیل موقف اپنایا ہے:

''کچھ عرصے سے یہ تاثر عام ہوگیا ہے کہ اہل تشیع کو تمام علمائے اہل السنۃ کافر قرار دیتے ہیں اور

یہ کہ یہ ان کا متفقہ فتوی ہے۔ یہاں فتاوی کی تفصیل میں جانے کا موقع نہیں ہے، لیکن یہ غلط فہمی ضرور دور ہو جانی چاہیے اور یہ بات سامنے آنی چاہیے کہ تکفیرِ شیعہ کا کوئی متفقہ فتویٰ موجود نہیں ہے......جن حضرات نے تکفیر کی ہے ان کی ایک بڑی تعداد نے بھی درحقیقت بطورِ فرقہ تمام اہل تشیع کی تکفیر کرنے کی بجائے بعض عقائد کی تکفیر کی ہے'' (''الشریعہ'' صفحہ نمبر ۱۳)

تبصرہ

اگر یہ کہا جاتا کہ کچھ عرصے سے تکفیرِ شیعہ بطور اعلان اور غوغہ عام ہو گیا ہے تو اس سے اتفاق کیا جاسکتا تھا، مگر فتویٰ تکفیر کچھ عرصے کا تاثر نہیں، صدیاں بیت رہی ہیں، فاضل مضمون نگار کس صدی میں جانا چاہتے ہیں؟

کسی دور میں لفظِ شیعہ مشترک المعنی لفظ رہا ہے اور ان کی بطور تنظیم، فرقہ وہ شکل نہیں تھی جو بعد میں ظاہر ہوئی، ان کی مذہبی کتب عام دستیاب نہیں تھیں اور مذہبی شعار ''تقیہ'' ہونے کی وجہ سے ان کا کوئی رُخ اور متعین سمت نہ تھی۔ علماء اہل سنت ہر قسم کا فتویٰ دینے میں اور خصوصاً فتویٰ تکفیر دینے میں بے حد محتاط ہوتے تھے جب کسی فرقے کا بنیادی مآخذ موجود نہ ہو، یا موجود تو ہو مگر زمانے کے اہل علم کی رسائی نہ ہو، اور تقیہ کی آڑ میں وہ گرگٹ کے بدلتے رنگوں کی طرح اپنے نظریات بدلتے رہتے ہوں تو ان حالات میں کوئی فتویٰ تکفیر کیسے دے؟ یہ کوئی مولانا احمد رضا خان صاحب والا بارُودی مزاج تھوڑا ہی تھا کہ جہاں نگاہ پڑی کافر بنا دیا مگر جن علماء کرام نے اپنی جملہ توانائیاں شیعیت کی کھود کُرید میں وقف کر دیں، ان کے مآخذِ علمیہ تک رسائی حاصل کی اور ان کے مذہبی مد و جزر کا مشاہدہ کیا پھر براہ راست ان سے مباحثے کیے۔ اُن سے بڑھ کر اہل تشیع کا واقف کون ہوسکتا ہے؟ لہٰذا فتویٰ اور رائے بھی انہی علماء کی معتبر ہوگی۔

علامہ خالد محمود پھر یاد آ گئے۔ پڑھیے:

''جن علماء نے اثنا عشری عقائد کا ان کے اصل ماخذوں سے مطالعہ نہیں کیا وہ محض سوال کی عبارت پر ان کے بارے میں فتویٰ دیتے رہے۔ سو ان کا فتویٰ اُن کے حق میں معتبر نہیں ہوسکتا۔ اس باب میں ان علماء کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے، جنہوں نے ان لوگوں کا قریب سے مطالعہ کیا ہے یا انہوں نے ان کے اصل ماخذوں پر اطلاع پائی ہے'' (عبقات جلد دوم، ص ۲۰۸)

علم و فضل کے بحرِ ذخار امام شعبیؒ (متوفیٰ ۱۰۴ھ) سے جب کبھی پوچھا جاتا کہ اہل تشیع کو کیا آپ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں؟ تو وہ جواب میں فرماتے کہ یہ اسلام میں گھسے ہی کب تھے؟ امام شعبیؒ کے

اقوال اور فتوے علامہ ابن تیمیہؒ اپنی قابل فخر کتاب ''منہاج السنۃ'' میں جا بجا درج کرتے ہیں حالانکہ ابن تیمیہؒ جیسا انسان اتنی آسانی سے کسی صاحبِ علم کا نام نہیں لیتا......ایسا ہی ایک قول ابن تیمیہؒ درج کرتے ہیں۔

قال الشعبی: احذرکم اهل هذه الاهواء المضلة، وشرها الرافضة لم یدخلو فی الاسلام رغبةً ولا رهبةً. (منہاج السنۃ جلد اول صفحہ ۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ: ''امام شعبیؒ نے فرمایا کہ میں تمہیں راہ راست سے بہکانے والے اہل بدعت سے ڈراتا ہوں اور ان میں سے سب سے بدتر رافضی ہیں، یہ لوگ رغبت اور خوفِ خدا کے ساتھ اسلام میں داخل نہیں ہوئے''

قارئین کرام! ایک ایک جملے پر غور کیجیے! خاموش آتش کی طرح سُلگتی شیعیت کی چنگاریوں سے بچنے کی کس دردِ دل سے دعوت دی جا رہی ہے؟ یہ دعوت دینے والے کون ہیں؟ امام شعبیؒ، اور اس کو نقل کرنے والے کون ہیں؟ ابن تیمیہؒ۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گرانمایہ کیا کیے؟

علامہ سرخسیؒ کے تبحر علمی سے بھلا کون ناواقف ہے؟ کئی افلاطونوں کے دماغ علامہ سرخسیؒ کی قبر کے ایک ایک ذرے پر نچھاور کیے جا سکتے ہیں انہوں نے شیعیت کے داغوں کا مشاہدہ کیا، ان کے مذہبی عقائد پر تحقیق کی اور پھر بولے تو کیا بولے؟ پڑھیے۔

فمن طعن فیهم فهو ملحد، منابذ للاسلام ودواءُ السیف ان لم یتب.

(اصول سرخسی، جلد ۲، ص ۱۳۴)

ترجمہ: ''جو صحابہؓ پر تنقید کے نشتر چلائے وہ الحاد کا مریض ہے اس نے اسلام کی چادر گویا اتار پھینکی، اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کا علاج تلوار ہے۔''

ہمارے پاس بھی فاضل مضمون نگار کی طرح فتاوی کی تفصیل درج کرنے کا موقع نہیں ہے، جب کبھی وہ موقع پالیں گے تو ان شاء اللہ ہم بھی شیعیت کے متعلق دس صدیوں کا ریکارڈ پیش کر دیں گے۔ یہاں ہم اپنے اسی موقف کا اعادہ کرتے ہیں کہ **لکل فن رجال** کے ضابطہ کے تحت تکفیر شیعہ کا مسئلہ ہو یا کوئی اور معرکہ درپیش ہو، اس میدان کے لوگوں کی رائے کو ترجیح دی جائے گی۔ آج بھی آپ کسی بڑے دار العلوم میں جا کر کسی عالم دین سے کوئی فتویٰ مانگیں تو وہ دار العلوم میں موجود دار الافتاء کی طرف آپ کی راہنمائی کر دے گا۔ مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ سے اپنی ایک ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت تھانویؒ نے مجھ سے پوچھا، مولانا احمد رضا صاحب

نے جو ہم پر تکفیری گولہ داغا ہے، کیا ان کو واقعتاً غلط فہمی ہوئی یا دیدہ و دانستہ انہوں نے کام کیا؟ حضرت تھانویؒ اپنی سلیم فطرت اور خوفِ خدا سے مزین ضمیر کے مطابق فرماتے تھے کہ کوئی مسلمان اتنی بڑی جرأت نہیں کر سکتا، ضرور ان کو غلط فہمی ہوئی جب کہ مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی زندگی اس موضوع پر مناظروں میں گذر گئی تھی۔ وہ خان صاحب کے طوفانی مزاج اور بعض بریلوی حضرات کی نیتوں سے آگاہ تھے۔ مولانا نعمانیؒ کا موقف یہ تھا کہ مولانا احمد رضا صاحب نے ضد بازی، آتشِ حسد، اور مخصوص اشتعالی مزاج کی بناء پر کفر کے فتوے لگائے۔ چنانچہ مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے اس حُسنِ ظن اور ملائمت کی ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے:

''اس عاجز کا خیال ہے کہ اگر حضرت (تھانویؒ) نے ان کی کتابیں ملاحظہ فرمائی ہوتیں تو ان کو بھی یہ شُبہ غالبًا نہ ہوتا'' (بریلوی فتنہ کا نیا روپ، صفحہ نمبر ۱۴۱، مصنفہ مولانا محمد عارف سنبھلی)

معلوم ہوا کسی بھی طبقے کے مآ خذ تک رسائی حاصل کیے بغیر محض سنی سنائی باتوں پر (خواہ وہ کتنی ہی ثقہ ہوں) کوئی حتمی رائے دینا مشکل ہوتا ہے اور حضرت تھانویؒ کا یہ جملہ تو ان کے متعدد ملفوظات میں ملتا ہے کہ: جب کوئی مجھ سے شیعیت کے متعلق تفصیل طلب کرتا ہے تو میں اس کو مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی کے پاس بھیج دیتا ہوں کہ وہ اس میدان کے آدمی ہیں۔ فاضل مضمون نگار کی مذکورہ سطر ''علماء نے بطور فرقہ تمام شیعہ کی تکفیر کرنے کی بجائے بعض عقائد کی تکفیر کی ہے۔'' سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ اس سے بطور فرقہ تکفیر لازم نہیں آتی، ہم سمجھتے ہیں شدید غلط فہمی ہے۔ جب عقائد پر تکفیر یا تفسیق کی جاتی ہے تو کافر یا فاسق تو فاعل ہوتا ہے۔ جو ان عقائد پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ آج اگر کہا جائے کہ جو طبقہ حضور اکرم ﷺ کے بعد کسی کو نبی مانے تو وہ کافر ہے، اگر سائل پوچھے کہ کون کس کو نبی مانتا ہے؟ تو اس بات کا جواب سوائے اس کے کیا ہوگا کہ وہ فرقہ قادیانی ہے، اب نتیجہ کیا نکلا؟ کہ قادیانی کافر ہیں۔

اگر کہا جائے کہ حجیتِ حدیث کا انکار کرنے والے اسلام سے خارج ہیں؟ اگر سوال کیا جائے کس نے حجیتِ حدیث کا انکار کیا؟ تو لامحالہ عبداللہ چکڑالوی، غلام احمد پرویز یا دیگر ان لوگوں کے نام بتائیں جائیں گے جو صراحتاً منکرین حدیث تھے۔

اگر کہا جائے کہ تقلید ائمہ کے بغیر عوام کے لیے دین پر چلنا مشکل ہے اور تارکینِ تقلید گمراہ ہیں، اس پر جب تارکینِ تقلید کی نشاندہی کروائی جائے گی تو سوائے غیر مقلدین کے کس کا نام لیا جائے گا؟ جنہیں اہل حدیث کہا جاتا ہے اسی طرح اگر کہا جائے کہ حضور اقدس ﷺ کی بعد از وفات برزخی حیات پر پوری امت کا اجماع ہے اور اس کا انکار نظریۂ اہل سنت سے مفروری ہے اور جب پوچھا جائے گا کہ کون لوگ ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی برزخی حیات کے منکر ہیں؟ تو کم از کم ہمارے وطن (پاکستان)

میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری اور ان کے غالی معتقدین کا نام لیا جائے گا۔ بعینہٖ جب علمائے اہل سنت نے مشروط فتویٰ دیا تھا کہ ایسے عقائد رکھنے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں مثلاً

افک عائشہ صدیقہؓ، یا قرآن مجید میں کمی واقع ہونے کا عقیدہ یا غلط فی الوحی، یا حلت تبرا یعنی سبّ وشتم وغیرہ، یا جیسے مولانا مفتی محمد کفایت اللہؒ کا فتویٰ موجود ہے کہ:

''اگر نذیر احمد غالی شیعہ ہوگیا ہے یعنی حضرت عائشہؓ پر تہمت کا قائل ہے یا قرآن مجید کو صحیح اور کامل نہیں سمجھتا یا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صحبت کا منکر ہے یا حضرت علیؓ کو وحی کا اصل مستحق سمجھتا ہے یا حضرت علی کی الوہیت کا قائل ہے تو بے شک وہ کافر ہے''

(کفایت المفتی جلد اول، صفحہ نمبر ۲۸۰)

اب فاضل مضمون نگار ہی بتائیں کہ یہ عقائد کن لوگوں کے ہیں؟ قادیانیوں کے، دیوبندیوں کے، بریلویوں کے یا اہل حدیثوں کے؟ ایک ہی جواب آئے گا کہ یہ عقائد اثنا عشری شیعوں کے ہیں، اور اس وقت دنیا میں اکثریتی آبادی بمقابلہ اسماعیلی ونصیری انہی کی ہے۔ اگرچہ ان کے عقائد بھی خلاف اسلام ہیں۔

آج دنیا گلوبل ویلج کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا نے ہر فرقے اور ہر مسلک کی تقریریں، تحریریں اور لب ولہجہ ایک چھت کے نیچے فراہم کر دیا ہے۔ اب نہ تو وہ زمانہ رہا ہے جب علامہ ابن عابدین شامیؒ کو شیعہ لٹریچر نہیں ملتا تھا اور نہ وہ دن رہے جب مولانا محمد منظور نعمانیؒ انڈیا سے حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسینؒ کو خط لکھ کر شیعہ مذہب کی کتابیں منگواتے تھے کہ یہاں انڈیا میں اکثر نایاب ہیں...... آج بحث وتمحیص کے بازار گرم ہیں، جب کوئی پڑھا لکھا مسلمان شیعہ علماء کی کتابوں میں صحابہ پر غلیظ الزامات دیکھتا ہے، تقریروں میں تبرا سُنتا ہے۔ ترجمہ مقبول میں ''شراب خور خلفاء کی خاطر قرآن بدل دیا گیا'' جیسے رکیک جملے پڑھتا ہے۔ ''تجلیاتِ صداقت'' میں ''اصحابِ رسول ایمان سے تہی دامن تھے'' جیسی عبارتیں پڑھتا ہے۔ غلام حسین نجفی، عبدالکریم مشتاق، اشتیاق کاظمی، محمد حسین ڈھکو، اور دنیا بھر کے شیعہ علماء کی عربی، اردو اور فارسی زبان میں سوقیانہ اور واضح خلافِ اسلام باتیں پڑھ سُن کر جب ہمارے مفتیانِ عظام کے ایسے مضامین پر نگاہ ڈالتا ہے تو دو نتائج سامنے آتے ہیں، تیسرا کوئی نہیں۔

۱...... یا تو اس کے جذبات مزید مجروح ہوتے ہیں، پہلے وہ شیعیت سے بدظن تھا، اب سُنیوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا کہ ایسے صریح کفریہ عقائد رکھنے والے مسلمان ہیں تو پھر کُفر کس مگرمچھ کا نام ہے؟

۲...... یا وہ بھی دھنیا پی کر اعتقادی خرابیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ جب یہ سب کچھ کفر نہیں تو پھر

ہمیں بھی صحابہ کے گریبانوں میں ہاتھ ڈال کر طبع آزمائی کر لینی چاہیے۔ پھر یہ تشکیک کے جراثیم بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ کاش فاضل مضمون نگار محض ماہ نامہ ''الشریعہ'' کو نہ دیکھتے، زمینی حقائق، نفسیاتی تلاطم، عملی و اعتقادی خرابیوں کے نتائج اور موقع و ماحول کے تقاضوں کو اہلِ افتاء نہیں سمجھیں گے تو کیا ہم بے لگام خطیبوں سے یہ توقع رکھیں؟ فتویٰ دینے کا اہل کون ہے؟ بصد معذرت ہم یہاں اپنے قارئین سے مخاطب ہیں نہ کہ فاضل مضمون نگار سے، مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ نے آج سے چھہتر سال پہلے ۱۹۳۷ء میں لکھا تھا۔

''فتویٰ دینے والے کے لیے لازم ہے کہ وہ عالم، صاحبِ بصیرت، کثیر المطالعہ، وسیع النظر، احوالِ زمانہ سے واقف ہو'' (کفایت المفتی جلد۲، ص۲۳۶)

یہ دو سطریں گویا ''دریا بہ کوزہ'' کا مصداق ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امام شعبیؒ سے لے کر محدثین دہلی تک، خاندانِ شاہ ولی اللہؒ سے لے کر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ تک، امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ سے لے کر حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسینؒ تک سب کے سب رفض و بدعت کے خلاف ایک ہی نہج پہ چلے ہیں، ان میں برداشت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی مگر غیرت غالب تھی۔ ہمارے آج کے فلاسفر اور دانشور فرصت نکال کر عدمِ برداشت اور غیرتِ دینی کے مابین فرق کو بھی ذرا واضح کر دیں تو احسان ہوگا۔

حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتویؒ تحمل و برداشت کا کوہِ گراں تھے۔ اگر ان میں جذباتیت، اور عدمِ برداشت کا عنصر ہوتا تو آج فکرِ دیوبند سکہ رائج الوقت نہ ہوتی۔ آج ہند و پاک میں علوم و فیوض کے جو چشمے بہہ رہے ہیں، ان کا سرچشمہ حضرت نانوتویؒ کی عالی ظرفی ہی تو ہے، مگر یہی سراپائے علم جب شیعیت کے خلاف قلم اُٹھاتا ہے تو پھر یوں بھی لکھا نظر آتا ہے۔

''اصحابِ ثلثہؓ کو اول تو مولوی عمار علی صاحب (شیعہ، ناقل) جیسوں کی اہانت یا برا کہنے سے کیا نقصان؟ بلکہ الٹا باعثِ رفعتِ شان ہے۔ چاند، سورج کی طرح وہ روشن ہوئے تو کتے ان پر بھونکے، اوروں پر کیوں نہ بھونکے''۔ (ہدیۃ الشیعہ، صفحہ نمبر ۲۲۳)

حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ سے آغا خانی شیعوں کے عقائد لکھ کر فتویٰ مانگا گیا کہ آیا ہم انہیں مسلمان کہہ سکتے ہیں؟ تو حضرت تھانویؒ نے تفصیلی فتویٰ جاری فرمایا اور اس کی آخری سطور مندرجہ ذیل ہیں:

''خلاصہ یہ ہے کہ جب ان کفریات کے ہوتے ہوئے کسی کو مسلمان کہا جائے گا تو ناواقف مسلمانوں کی نظر میں ان کفریات کا قبح خفیف ہو جائے گا اور وہ آسانی سے ایسے گمراہوں کا شکار

ہوسکیں گے تو کافروں کو اسلام میں داخل کہنے کا انجام یہ ہوگا کہ بہت سے مسلمان اسلام سے خارج ہوجائیں گے۔ کیا کوئی مصلحت اس مفسدہ کی مقاومت کر سکے گی۔'' الخ

(بوادر النوادر، صفحہ نمبر ۱۴۷)

نوٹ۔ یہ کتاب حضرت تھانویؒ کی زندگی کی آخری تصنیف ہے اور آخری اعمال واقوال کا پہلوں کے مقابلہ میں معتبر ہونا مسلّمہ ہے)

۵ ......فاضل مضمون نگار نے مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلیؒ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ لکھنؤ کے باسی تھے جو اہل تشیع کا گڑھ سمجھا جاتا ہے۔ مولانا عبدالحیٔ کا کثرتِ مطالعہ بھی ضرب المثل ہے اس لیے یہ بات بعید سی ہے کہ لکھنؤ جیسے شہر میں رہتے ہوئے وہ شیعہ مذہب سے ناواقف ہوں۔ مولانا لکھنوی کے مجموعۃ الفتاوی میں بڑی تعداد میں ایسے فتاوی موجود ہیں، جن میں انہوں نے عام اہل تشیع کی تکفیر کا فتویٰ نہیں دیا۔ الخ

تبصرہ

مبالغہ آرائی اہلِ علم کے وقار کو بہت دھچکا لگاتی ہے۔ عدم تکفیر پر مولانا عبدالحیٔ لکھنوی کے ''بڑی تعداد'' کے فتاویٰ میں سے کوئی تھوڑی سی تعداد اگر پیش کر دی جاتی تو ماہ نامہ الشریعہ کے صفحات یقیناً یہ بوجھ اُٹھا ہی لیتے اور جو عبارات دی گئی ہیں ہم سمجھتے ہیں ان کا فاضل مضمون نگار کے موقف سے کوئی تعلق نہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ لکھنؤ کے مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ پر سو فیصد اعتماد ہے۔ مگر انہی کے قابل فخر شاگرد مولانا سید عین القضاۃؒ ردشیعیت کے لیے اپنے محبوب شاگرد مولانا علامہ عبدالشکور لکھنویؒ کو اس میدان میں نہ صرف اتارتے ہیں بلکہ ان کی استعدادِ علمی، اور کمالِ فن مناظرہ سے متاثر ہو کر انہیں ''امام اہل سنت'' کا خطاب بھی دیتے ہیں۔ تو نہ مولانا عین القضاۃؒ کا تذکرہ اور نہ علامہ عبدالشکور لکھنویؒ کا ذکر، جن کی پوری زندگی اسی محاذ پر صرف ہوئی۔ مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ اگرچہ کثیر المطالعہ تھے مگر مطالعے کے لیے بھی تو کتابیں چاہئیں؟ اور یہ بات تاریخ کے ماتھے پہ درج ہے کہ ردِ رفض پر کام کرنے کے لیے علماء اہل سنت نے جب قلم اُٹھانا چاہا، کتابوں کی عدم دستیابی آڑے آ گئی۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی ''ہدیۃ الشیعہ'' کا ابتدائیہ پڑھ لیجیے۔ آپؒ نے لکھا ہے کہ کتبِ شیعہ ہاتھ نہ آ سکیں، آخر کار ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں لکھے گئے شیعی عقائد کا عقلی ونقلی انداز میں رد لکھا گیا ہے، کسی شہر کے باسی کا وہاں کے جملہ افکار و نظریات کے حامل افراد یا ان کی فکر سے مطلع نہ ہونا فاضل مضمون نگار کو ''بعید سی'' بات محسوس ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ کوئی ایسی کباب کی ہڈی نہیں جو گلے سے نہ اُتر سکے۔ ہر شخص کا ''ہرفن مولا'' ہونا تو نظامِ فطرت

کے بھی خلاف ہے۔ چلیں سو سنار کی ایک لوہار کی، علامہ عبدالشکور لکھنویؒ بھی تو لکھنؤ کے باسی تھے اور رات دن ان کا مشغلہ ہی تردیدِ رفض تھا۔ ماہ نامہ ''النجم'' کی فائلیں، چھوٹی بڑی درجنوں کتابیں صرف اسی موضوع پر لکھی گئیں، ہر تقریر، ہر مباحثہ اور ہر نجی محفل میں شیعیت ہی موضوعِ سخن ہوتی۔ آپ علی الاطلاق تکفیر شیعہ کے قائل تھے تو کیوں نہ علمِ حدیث،فنِ اسماء الرجال اور تاریخی معلومات کے اعتبار سے ہم مولانا عبدالحئیٰ لکھنویؒ پر اعتماد کر لیتے ہیں اور تکفیر شیعہ کے مسئلے پر امام اہل سنت علامہ عبدالشکور لکھنوی کی تحقیق پر اعتماد کر لیتے ہیں اور اعتماد کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مزید تحقیق کے دروازے بند کر دیئے جائیں۔

شیعیت ہمیشہ سے نشۂ قوت کی بدمستی کا شکار رہی ہے

فاضل مضمون نگار نے مندرجہ بالا بحث کے ضمن میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

''یہ کہنا تو شاید خالی از مبالغہ نہ ہو کہ برصغیر میں اہل السنۃ اور اہل تشیع کے تعلقات بہت مثالی اور قابل رشک رہے ہیں لیکن یہ کہنا ضرور درست ہوگا کہ ان میں کبھی اتنا زیادہ اور اتنے طویل عرصے کا تناؤ نہیں رہا، جتنا ہمارے ہاں اسّی کی دہائی کے بعد سے نظر آ رہا ہے۔''

تبصرہ

ہمیں خوشی ہے کہ یہاں آ کر فاضل مضمون نگار کو ''مبالغہ آرائی'' کے مُضر اثرات کا ادراک ہوا ہے۔ مگر یہ المیہ بہرحال ہے کہ وہ ہوا میں چلائے ہوئے فائر کو ''یہ کہنا ضرور درست ہوگا'' کہہ کر خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ چڑیا کیا، عقاب شکار ہو چکا ہوگا۔

جنابِ من! شیعیت کی خون آشامیوں سے تو ہزاروں آبادیاں کھنڈرات بن کر لٹی عظمتوں کے زندہ مرثیے بن چکی ہیں۔ علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ سے ہی سُن لیجیے۔ رقمطراز ہیں:

''واکثر تخریب السلطنت الاسلامیة کان علی ایدی الروافض خذلهم الله تعالیٰ. (فیض الباری جلد اوّل صفحہ نمبر ۱۷۲)

ترجمہ: ''اور اسلامی سلطنت کی زیادہ تر بربادی روافض کے ہاتھوں سے ہوئی ہے۔ خدا انہیں رسوا کرے۔''

شیعیت نے ہمیشہ اہل اقتدار کے زیر سایہ پروان چڑھ کر آگ و خون کا کھیل کھیلا ہے خلیفہ معتصم باللہ کے وزیر ابن علقمی نے بغاوت کر کے بغداد میں تقریباً سولہ لاکھ افراد قتل کروا دیئے۔ تاتاریوں کا یہ ظلم ایک جگر گداز سانحہ ہے جس کے متعلق حضرت شیخ سعدیؒ نے گلستان کے اندر کہا ہے۔

آسماں را حق رَسد کہ خوں ببارد بر زمیں
بر زوال ملک معتصم امیرالمومنین

علاوہ ازیں شام، خراسان، عراق، الجزائر وغیرہ میں شیعیت نے کیا کیا مظالم ڈھائے، علامہ ابن تیمیہؒ کی منہاج السنۃ پڑھ لیجیے جس میں انہوں نے ان دلگداز سانحات کا تذکرہ کیا ہے۔ آج بھی ملک شام میں نصیری شیعوں کے ہاتھوں ظلم کا بازار گرم ہے۔ بشارالاسد نُصیری شیعہ حکمران ہے اور اہل تشیع کا یہ فرقہ حضرت علیؓ کی الوہیت کا قائل ہے۔ اب پاکستان میں بھی اس فرقہ کے لوگ سر اُٹھا رہے ہیں۔ ان کے باقاعدہ مقررین ہیں اور مجلسیں بھی ہو رہی ہیں۔ اس فرقہ کے ایک مقرر علامہ غضنفر عباس کی تقریر میں علانیہ ''علی اللہ، علی اللہ'' کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔

اور اگر عالمی حالات سے قطع نظر ۸۰ء کے بعد پاکستان کے حالات کا تجزیہ مقصود ہے تو پھر فاضل مضمون نگار بتائیں کہ ۸۰ء کے بعد کی بدامنی کا ذمہ دار کون ہے؟ اگر تو یہ خیال ہے کہ ۷۹ء میں ایرانی انقلاب کے بعد پاکستان میں حالات خراب کیے گئے۔ صحابہ کرامؓ کے خلاف گھٹیا لٹریچر دھڑا دھڑ تقسیم ہوا۔ اور ایرانی اشیر باد پر پاکستانی شیعیت نے اہل سنت کا قتلِ عام کیا، ردعمل میں پھر سُنی نوجوان بھی کنٹرول میں نہ رہے اور نتیجتاً شیعہ، سنی خطرناک تصادم سامنے آیا، یہ تو درست ہے اور حقیقت بھی یہی ہے، لیکن فاضل مضمون نگار کا غالباً یہ خیال نہیں ہے کیونکہ وہ تو پہلے کہہ آئے ہیں کہ فریقین کے مابین جنگ وجدل کے واقعات پیش نہیں آئے اور ان میں اشتراک پایا جاتا ہے۔ ظنِ غالب یہ ہے کہ اُن کا اشارہ مولانا حق نواز جھنگویؒ کی جانب ہے۔ اس لیے ہم عرض کریں گے کہ جہاں تک سنی شیعہ قتل و غارت کا تعلق ہے، جب کبھی اس میں ریاستی طاقتیں اثر انداز ہوتی ہیں تو یہ مناظر سامنے آتے ہیں۔ مگر اس سے پہلے بھی لڑائی جھگڑے اور سر پھٹول کے واقعات بے شمار پیش آئے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جب یہ نزاعی مسائل پہ لڑتے تھے تو سر پھٹتے تھے اور جب ریاستی طاقتیں مدخل ہوئیں تو سر کٹنے لگ گئے۔ کیونکہ تحمل و رواداری قیادت اور اہل علم میں ہوتی ہے۔ عوام کا کوئی اسٹیشن نہیں ہوتا۔ اس لیے فاضل مضمون نگار اگر شیعہ، سنی مناظروں کی روداد یں مطالعہ فرمائیں تو انہیں نظر آئے گا کہ ہلکے پھلکے تصادم ہر دور میں کہیں نہ کہیں رہے ہیں۔

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے طریقۂ کار سے اتفاق نہیں ہوسکتا اور ان کی جاری کردہ تحریک کا فلسفۂ تشدد بھی ہمیشہ زیر بحث رہا۔ مگر ۸۰ء کے بعد کے ناگفتہ بہ حالات کی ذمہ داری اُن پر ڈال دینا بہت بڑی زیادتی ہوگی۔ اُن کے خلوص اور عظمتِ صحابہ کے لیے مثالی جدوجہد کا انکار کسی زندہ ضمیر

مسلمان سے نہیں ہوسکتا۔ انہوں نے اپنے خون سے منقبتِ صحابہ کا قصیدہ لکھا اور مکر وفریب کے چلمنی پردوں سے رفض و بدعت کے خائن دلوں کی دھڑکنوں کو بھانپ کر اُنہیں دبوچا اور اس حال میں مست ہوکر اپنی جان تک کی بازی لگادی۔

راہ الفت میں جو مرتے ہیں فنا ہوتے نہیں
کشتگانِ عشق کا ، عمرِ ابد ہے خون بہا

ہاں سپاہ صحابہ کی جذباتی نوجوانوں کی وہ پالیسیاں جواپنوں سے منافرت، شدت اور انتہا پسندی پر مشتمل ہیں۔ ان سے یقیناً اتفاق نہیں کیا جاسکتا۔ اصل میں فاضل مضمون نگار نے اپنے خیالات کا بالکل آٹا گوندھ دیا ہے نہ صرف یہ کہ ان کے دعاوی اور دلائل میں مطابقت نظر نہیں آتی بلکہ سطر بہ سطر تفاوت اور تضادات بھی نظر آتے ہیں۔

مسئلہ تحریفِ قرآن

فاضل مضمون نگار لکھتے ہیں:

''عام طور پر تکفیر شیعہ کی ایک بنیاد تحریفِ قرآن کو قرار دیا جاتا ہے جب کہ علامہ شمس الحق افغانیؒ نے علوم القرآن میں یہ موقف اختیار کیا ہے کہ شیعہ بھی تحریف قرآن کے قائل نہیں ہیں۔ یہی بات اس سے بہت پہلے مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ ردِّ عیسائیت پر اپنی معروف کتاب ''اظہار الحق'' میں فرما چکے ہیں...... یہ جومشہور ہوگیا ہے کہ بطور فرقہ شیعہ کو کافر کہنا اہل سنت کا متفقہ موقف ہے۔ یہ درست نہیں۔

تبصرہ

اگر فاضل مضمون نگار کو علامہ افغانیؒ اور علامہ کیرانویؒ کے پائے کے ہی اہل علم ایسے لاتعداد مل جائیں جوشیعوں کو محرفِ قرآن مانتے ہیں تو پھر فاضل موصوف کس کا موقف اختیار کریں گے؟ ہمیں اسی بات پر بار بار حیرت ہورہی ہے کہ دل تو تکفیر وعدم تکفیر جیسے مسائل پر بحث کو بے تاب ہورہا ہے اور پاؤں کے نیچے محض ریت ہی نہیں، پورا صحرا ہے۔

فاضل مضمون نگار کو چاہیے تھا کہ وہ پہلے شیعہ علماء کی ان کتب اور روایات کا مطالعہ کرتے جن میں تحریف قرآن کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ پھر ان شیعہ علماء کی عبارات پڑھتے جنہوں نے اپنے علماء سے اختلاف کیا، اس تقابلی مطالعے کے بعد وہ متقدمین اہل سنت کا نظریہ پیش نظر رکھتے، پھر متاخرین کے دعاوی وثبوت کا متقدمین کی آراء سے تقابل کرتے، اس دوران زمینی حقائق، روزمرہ کے مشاہدات،

اور قائلین کی مراد کا بھی تجزیہ ہوتا، تب کہیں جا کر وہ کوئی بڑا دعویٰ کرنے کی پوزیشن میں آتے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ فاضل مضمون نگار کی یہ محنت روح افزاء ثابت ہوگی، اتنی بے با کی اور عجلت سے تو اہل تشیع بھی خود کو قرآن کے ماننے والوں کی صف میں کھڑا نہیں کر سکتے، جتنی جلدی فاضل موصوف نے ان پر احسان کر دیا ہے۔ علامہ رحمت اللہ کیرانویؒ کا میدان تردید عیسائیت تھا۔ اظہار الحق میں وہ عیسائیوں کو الزامی وتحقیقی جوابات دے رہے تھے۔ موقع اور محل کے تقاضوں کو وہی سمجھ سکتا ہے جو میدان میں کھڑا ہو۔ عافیت کدوں میں بیٹھ کر پَر تلاش کرنا اور پھر خود ہی ان پَروں میں طوطے، کوے لگا کر خیالی فضاؤں میں چھوڑتے رہنا اہلِ تحقیق کے مزاج کے بالکل خلاف ہے۔ اگر کسی ایسے ماحول میں انسان چلا جائے جہاں سارے ہندو یا عیسائی ہوں، اور عیسائی ہم سے تکفیر شیعہ کی بحث چھیڑ دیں تو ظاہری بات ہے اس ماحول میں ہم نے بچھو کو چھوڑ کر سانپ کا ہی تعاقب کرنا ہے۔

علامہ شمس الحق افغانیؒ کی علوم القرآن والی عبارت پر ہمارے حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسینؒ نے انہیں تفصیلی خط لکھا تھا جس میں اہل تشیع کے عقیدۂ تحریفِ قرآن کے دلائل اُنہی کی کتب سے پیش کیے تھے۔ اس پر علامہ افغانیؒ نے رجوع فرما لیا تھا اور اس بات کا اعتراف فرمایا کہ چیزیں میرے علم میں پہلی بار آئی ہیں۔ وہ تفصیلی مضامین اور مکتوب عنقریب کتابی شکل میں شائع ہونے والے ہیں۔

علامہ تونسوی رحمہ اللہ کا مکتوب اور علامہ افغانی رحمہ اللہ کا رجوع

مولانا رحمت اللہ ارشد (بہاولپور) علامہ شمس الحق افغانیؒ کے شاگرد تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ مولانا عبدالستار تونسویؒ سے کہا تھا کہ ہمارے استاذ محترم فرمایا کرتے تھے کہ شیعوں کے سنجیدہ لوگ تحریف قرآن کے قائل نہیں ہیں۔ کیا یہ بات درست ہے؟ تو علامہ تونسویؒ نے فرمایا شیعہ کے آئمہ معصومین، جمہور، محدثین اور مجتہدین سے زیادہ سنجیدہ کون ہوسکتا ہے؟ وہ سب کے سب اس پر متفق ہیں کہ موجودہ قرآن محرّف ومبدّل ہے۔ شیعہ کتب میں دو ہزار سے زائد روایات اس پر صراحتاً دال ہیں۔ البتہ صرف چار آدمیوں نے شیعہ فرقہ میں سے تحریف کا انکار کیا ہے، ان چار کے نام یہ ہیں۔

۱...... شریف المرتضیٰ ۲...... علامہ ابوجعفر طوسی ۳...... شیخ ابوعلی طبرسی ۴...... شیخ صدوق۔ اور یہ ان کی ذاتی رائے ہیں۔ آئمہ معصومین کی روایات کے مقابلہ میں ان کی کیا اہمیت ہے؟ اس لیے جمہور شیعہ علماء نے ان چار کی رائے کو کوئی اہمیت نہ دی۔ چنانچہ اس کے بعد علامہ عبدالستار تونسویؒ مولانا شمس الحق افغانیؒ کو خط لکھ کر اس ساری تفصیل سے آگاہ فرمایا۔ علامہ افغانیؒ نے علامہ تونسویؒ کے نام جوابی خط میں لکھا۔

''مجھے آپ کی تحقیق پر پورا اعتماد ہے، میں ان شاء اللہ اپنی کتاب کے نئے اڈیشن میں اس بات کی

تصحیح کردوں گا'' (بحوالہ نقوش زندگی، صفحہ نمبر ۳۱۹)

نوٹ: یاد رہے کہ ''نقوش زندگی'' مولانا عبدالستار تونسویؒ کی سوانح حیات ہے جو اُن کے نواسہ مولانا عبدالحمید تونسوی مدظلہ نے لکھی ہے اور یہ سوانح علامہ تونسویؒ کی نگرانی میں لکھی گئی اور اُن کی زندگی میں ہی طبع ہو گئی تھی۔ اس کتاب کی طباعت کے دس بارہ سال بعد علامہ تونسوی کا انتقال ہوا، اس لحاظ سے یہ بات دستارِ اعتبار کا پورا حق رکھتی ہے۔ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسینؒ اور علامہ عبدالستار تونسویؒ کے آگاہ کرنے پر علامہ شمس الحق افغانیؒ نے اپنے موقف سے رجوع فرما کر یہ ثابت کر دیا کہ جو جس شعبے میں ماہر ہو، اسی کی بات معتبر ہوتی ہے مگر ہمارے فاضل مضمون نگار کمر کے مُہروں کا علاج سُنار سے کروانے چلے ہیں اور المیہ یہ ہے کہ اپنے اس فیصلے پر پوری طرح مطمئن ہیں۔

سر کاٹ کے ڈلوا دیئے، انداز تو دیکھو
پامال ہے سب خلقِ جہاں، ناز تو دیکھو

تفسیر قمی شیعہ مذہب کی معتبر تفسیر ہے۔ الجزائر کے معروف شیعہ عالم علامہ طیب موسوی الجزائری کے مقدمہ کے ساتھ یہ تفسیر اس وقت ہمارے پیش نظر ہے، مقدمہ میں طیب الجزائری نے کلینی، برقی، عیاشی، احمد بن ابی طالب، باقر مجلسی، نعمت اللہ الجزائری، حر عاملی، علامہ فتونی اور سید بحرانی جیسے بڑے نام لکھے ہیں کہ یہ سب علماءِ شیعہ تحریف قرآن کے قائل تھے اور لکھا ہے کہ ان حضرات نے تحریف قرآن پر ایسی ایسی روایات اور ثبوت پیش کر دیئے ہیں کہ ''**لایمکن الاغماض منها**'' اُن سے چشم پوشی ناممکن ہے۔ (مقدمہ تفسیر قمی جلد اول صفحہ نمبر ۲۴، مطبوعہ قُم - ایران)

علاوہ ازیں حسین بن محمد النوری الطبرسی نے تو تحریف قرآن پر با قاعدہ کتاب لکھی ہے جس کا نام ''فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب'' ہے یہ کتاب ۱۲۹۸ھ میں لکھی گئی تھی اور اس لیے اہل تشیع نے اس کتاب کے مصنف کو بعد از وفات مشہدِ مرتضوی میں دفن کر کے اعزاز بخشا تھا۔ یہ کتاب دو کم ۴۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس لیے ہم ایک بار پھر معذرت کے ساتھ عرض کریں گے کہ ہمارے مخاطب فاضل مضمون نگار تحقیقی و علمی براہین سے محروم ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے گرد و پیش کے کسی ماحول سے منفی اثر لے کر بلا وجہ نفسِ موضوع کو نشانہ بنا لیا ہے۔ اُن کا فقط یہی اعزاز نظر آ رہا ہے کہ یہ مضمون ماہ نامہ الشریعہ میں شائع ہو گیا ہے۔

دینی تحریکوں میں اہل تشیع کی شمولیت

فاضل مضمون نگار نے بڑا عامیانہ تاثر لے کر یہ رائے قائم کی ہے کہ ہمارے ہاں دینی تحریکوں میں

اہل تشیع کی شمولیت اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بھی امت مسلمہ کا حصہ ہیں۔اس سلسلہ میں انہوں نے مفتی جعفر حسین، سید مظفر حسین شمسی اور تحریک ختم نبوت کا حوالہ دیا ہے۔جس میں بقدرِ اشکِ بُلبل اہل تشیع نظر آتے ہیں۔اس کے علاوہ ملی یکجہتی کونسل اور ''اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ'' کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔

تبصرہ

۱......کفار مجاہرین اور ۲......کفار منافقین، یہ کفار کی دو قسمیں ہیں، کھلے طور پر اسلام کی صفوں میں داخل نہ ہونے والوں کو کفار مجاہرین کہا جاتا ہے اور جو دائرہ اسلام میں گھس کر اسلام کے آفاقی اور اصولی فیصلوں کو تسلیم نہیں کرتے انہیں کفار منافقین کہا جاتا ہے۔دوسری قسم کے کفار کو حسبِ مصلحت وقتی طور پر شاملِ اتحاد کیا جاسکتا ہے۔اگرچہ امت کے وسیع تر نظریاتی عقائد کی حفاظت کے لیے حساس اہلِ علم اس کے بھی قائل نہیں ہیں۔ ہمارے حضرت اقدس قاضی صاحبؒ کا شمار انہی علماءِ کرام میں ہوتا تھا اور آج بھی تحریک خدام اہل سنت اہلِ کفر والحاد سے کسی قسم کا کوئی اشتراک برداشت نہیں کرتی۔

ایسے لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے کی حکمت صرف یہ ہوتی ہے کہ یہ کہیں علانیہ کفر کرنے والے لوگوں سے نہ جاملیں۔یہ ایک سیاسی حکمت عملی ہے۔جو کبھی کامیاب رہتی ہے کبھی ناکام۔مظفر علی شمسی جیسے شیعہ تو ہمارے اکابر کے ساتھ رہ کر شیعیت سے تقریباً دور ہو چکے تھے۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مولانا عبیداللہ انورؒ سے جنازہ پڑھوانے کی وصیّت کی تھی۔

مولانا مظہر علی اظہر تو اس حد تک اہل سنت کے ساتھ گُھل مل گئے تھے کہ اہل تشیع ان کو بطور طنز ''مولانا اِدھر علی اُدھر'' کہا کرتے تھے۔ فاضل مضمون نگار بتائیں کہ اہل تشیع کو اتحادوں میں شامل کرنے سے آج تک کسی شیعہ کو اپنے مذہب کی ترویج کے لیے سنی اسٹیج استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے؟اور یہ بھی ہمارے بزرگوں کی مصلحت کے تحت ایک وقتی پالیسی تھی۔وگرنہ بٹالہ ضلع گورداسپور میں حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسینؒ کے والد گرامی ایک جلسۂ عام میں اہل تشیع کی کتب اٹھا اٹھا کر اُن کے کفریہ عقائد پیش کررہے تھے اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ بھی تشریف فرما تھے۔امیر شریعت کی تقریر بعد میں تھی۔آپؒ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ جب مولانا کرم الدین دبیرؒ شیعوں کے عقائد بیان کررہے تھے تو میرے سینے پر گویا ہتھوڑے برس رہے تھے کہ جن کے ایسے ایسے عقائد ہوں، تو انہیں اپنے ساتھ ملاتا ہے، یہ واقعہ مولانا کرم الدین دبیرؒ نے خود اپنے فرزندِ سعادت مند کو سنایا تھا۔(بحوالہ، کشفِ خارجیت طبع اول صفحہ نمبر ۱۰۴، مصنفہ حضرت اقدس قاضی صاحب ؒ)

اور یہ بھی یادرہے کہ مولانا کرم الدینؒ کی ردِّ شیعیت پر بے مثال تصنیف ''آفتاب ہدایت'' امیر شریعت نے اپنی صاحبزادی کو جہیز میں دی تھی۔کہاں اکابر کی خلوص بھری مصلحتیں اور کہاں نفرت آمیز غیر مستند اور

ہوائی باتیں؟ ہم اپنے مخاطب کے کون کون سے ''فکری شگوفوں'' کو موضوعِ بحث بنائیں؟ کیونکہ

مصحفی ہم تو یہ سمجھے تھے کہ ہوگا کوئی زخم
تیرے دل میں تو بہت کام رفو کا نکلا

اکابرین عالمی مجلس اور فتنۂ رفض

۱۹۵۷ء میں مولانا محمد علی جالندھریؒ نے مولانا لعل حسین اخترؒ اور مولانا محمد حیاتؒ جیسے حضرات کو چوکیرہ ضلع سرگودھا میں امام پاکستان علامہ احمد شاہ چوکیرویؒ کے پاس بھیجا تھا اور علامہ چوکیرویؒ سے کہا کہ یہ علماء آپ کے طلبہ کو فتنۂ مرزائیت کے خلاف تیاری کروائیں گے اور آپ ان علماء کرام کو ردِّ شیعیت پر تیاری کروائیں۔اس واقعہ کے راوی اور عینی گواہ علامہ چوکیرویؒ کے فرزند مولانا سید قاسم شاہ صاحب بقیدِ حیات ہیں۔ان سے تحقیق کی جاسکتی ہے۔اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابرین کو مرزائیت کے ساتھ ساتھ فتنۂ رفض کی سرکوبی کا کتنا درد اور احساس تھا۔ختم نبوت کے تاج وتخت کا تحفظ بھی ہم نے کرنا ہے اور ان شاء اللہ صحابہؓ کے جُوتے اپنے رخساروں پر بھی ہم ہی مَلیں گے۔

مسئلہ تکفیر، مولانا کرم الدین دبیرؒ کی عبارت اور مفتی زاہد صاحب کی کم شعوری

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ حضرت مولانا کرم الدین دبیرؒ اور ان کے فرزند سعادت مند حضرت اقدس قاضی صاحبؒ نے اعتدال، ملائمت اور حکمت وبصیرت سے سُنی مذہب کی خدمت کی ہے لیکن اس سے یہ مفہوم اَخذ کرنا کہ وہ کسی لامذہب فرقے کی تکفیر کے قائل نہیں تھے، عدم معلومات کا نتیجہ ہے۔ فاضل مضمون نگار نے مولانا کرم الدین دبیرؒ کی کتاب ''السیف المسلول لاعداء خلفاءِ الرسول ﷺ'' کی مذکورہ عبارت سے اپنا من چاہا مطلب نکالنے کی غیر سنجیدہ اور بعید از علم حرکت کی ہے۔

> ''شیعہ وسنی دونوں فرقے ایک خدا کی پرستش کرنے والے ایک نبی، ایک قرآن پر ایمان لانے والے اور ایک قبلہ کی طرف سر جھکانے والے ہیں۔پھر افسوس ان دو متحد المقاصد فرقوں میں احمد شاہ شیعی جیسے ریکروٹ نئے بھرتی ہونے والے حضرات اتحاد قائم نہیں رہنے دیتے'' (الشریعہ ۱۷)

تبصرہ

ابوالفضل مولانا کرم الدین دبیرؒ کی یہ کتاب ۱۸۹۹ء میں پہلی بار چھپی تھی۔جس میں احمد شاہ شیعہ کے اعتراضات کا جواب اور خلفاءِ راشدین کا قرآن مجید کی چالیس آیات کی روشنی میں دفاع کیا گیا

ہے۔ دوسری بار یہ کتاب ۱۹۲۹ء میں مصنفؒ نے اپنی نگرانی میں طبع کروائی۔ اور پھر تیسری مرتبہ تقریباً بیاسی سال کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے قاضی کرم الدین دبیر اکیڈمی کی جانب سے یہ اکتوبر ۲۰۱۱ء میں راقم الحروف کے مقدمہ وحواشی کے ساتھ نہایت خوبصورت انداز میں شائع ہوئی ہے۔

۱۹۲۹ء میں جب یہ چھپی تو مولانا کرم الدین دبیرؒ نے مذکورہ عبارت کے نیچے یہ حاشیہ اضافی لگایا۔

''یہ اس وقت کا خیال ہے، جب بوقتِ تصنیف رسالہ ہٰذا، کتب شیعہ اور ان کے عقائد ومسائل پر پورا عبور نہ تھا۔ لیکن بعد مطالعہ کتبِ اصول وفروعِ شیعہ، اب معلوم ہوا کہ شیعوں کا قرآن پاک پر بھی ایمان نہیں ہے۔ ایسی حالت میں اسلام سے ان کو کچھ واسطہ اور تعلق ہی نہیں ہوسکتا''

ہم حیران ہیں کہ فاضل مضمون نگار یہ حاشیہ اتنی آسانی سے کیسے ہضم کر گئے؟ یہ دانستہ کیا گیا ہے یا نادانستہ؟ اگر دانستہ ہے تو پھر نیتوں کے کھوٹ سے تحقیقی کام کبھی پروان نہیں چڑھتے۔ اور اگر نادانستہ ہے تو بھی سمجھ سے بالاتر ہے کہ ایک ہی صفحے پر اتنا واضح حاشیہ نظر کیوں نہیں آیا؟ ہمیں سو فیصد یقین ہے کہ مضمون نگار کے پیش نظر یہی تیسرا اڈیشن ہے اور یہ تو اتنا صاف ستھرا اور نفیس وجلی کمپوزنگ سے لکھا ہے کہ دماغی فتور کے علاوہ اس سے صَرفِ نظر ناممکن ہے اور ہم نے باقاعدہ اس توضیحی حاشیہ کے آگے مصنفؒ کا نام بریکٹ میں لکھا ہے تاکہ ہمارے حواشی سے التباس نہ ہوسکے۔ اور فاضل مضمون نگار اگر مولانا کرم الدینؒ کی دیگر کتب بھی پڑھ لیتے تو شک وشبے کی کوئی گنجائش نہ رہتی۔ ''آفتابِ ہدایت'' میں تکفیر روافض پر باقاعدہ فتوی شامل اشاعت ہے اور جابجا ابحاث میں مصنفؒ ان کی تکفیر کرتے ہیں۔ جولائی ۱۹۱۱ء میں مولانا کرم الدینؒ کی ایک یادگار تصنیف ''تازیانۂ سنت'' ردِّ اہل رفض و بدعت'' شائع ہوئی تھی۔ اب ٹھیک ایک سوسال کے بعد محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی جدید طباعت کروائی گئی ہے۔ اس میں بھی صراحتاً تکفیر شیعہ ثابت ہے۔ مولانا دبیرؒ اور آپ کے فرزند سعادت مند حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسینؒ نے کبھی رفض وبدعت کے خلاف لچک کا مظاہرہ نہیں کیا......ہمیں اس پر بھی حیرت ہے کہ مصنف نے اہل تشیع کا دفاع کرتے ہوئے ہمارے ان بزرگوں کو موضوعِ سخن کیوں بنایا ہے؟ جبکہ ان حضرات کی زندگی کا ایک ایک پل عظمتِ صحابہؓ کے دفاع اور رفض وبدعت کی بیخ کنی میں گذرا ہے۔ یہ دونوں باپ بیٹا عظمتوں کے تاج سر پر سجا کر عقبیٰ میں حضراتِ ابوبکرؓ وعمرؓ کے جلووں کے مزے لوٹ رہے ہیں اور ان کی قبر کا ایک ایک ذرہ چراغ نہیں بلکہ سورج بن کر گم گشتگان وادئ ضلالت کی راہنمائی کر کے انہیں صحابہؓ کا سچا سپاہی بنا رہا ہے۔ اور ان شاء اللہ قیامت تک ان کا فیضانِ جاری رہے گا۔ آپ اپنے خیالات اور جذبات کا علمی اصولوں کے مطابق ضرور اظہار کیجیے۔ مگر یاد رکھیے ان حضرات کی محنتوں کو اپنے خودساختہ اور کچے نظریات سے تخت وتاراج کرنے کی ہر سازش

بے نقاب کر دی جائے گی۔ ہم جگنو نہیں ہیں کہ روشنی دے سکیں، مگر پروانے ضرور ہیں جو روشنی پہ مر سکیں۔

پروانہ اک پتنگا، جگنو بھی اک پتنگا وہ روشنی کا طالب ، یہ روشنی سراپا

آخری گزارش

فاضل مضمون نگار اور ماہ نامہ الشریعہ کی مجلس منتظمہ سے ہماری آخری گزارش یہ ہے کہ فتوے کی زبان سے ہٹ کر اور تکفیر و عدم تکفیر کی بحثوں میں الجھے بغیر ہمیں یہ بتایا جائے کہ شیعہ مذہب ایک گمراہ ترین مذہب ہے یا نہیں؟ کیونکہ کفر پر دستاویزی ثبوت ہیں جو اس میدان کے لوگ ہی جانتے ہیں مگر گمراہ ترین ہونے پر تو واقعاتی اور مشاہداتی دستاویزات سب کے سامنے ہیں جب آپ بلا وجہ اس عنوان کو نرم کر کے اور ان کے دفاع میں گفتگو کریں گے تو کیا اہل السنّت والجماعت کے سادہ لوح لوگ آپ کی ان باتوں سے تاثر لے کر شیعیت کا شکار نہیں ہوں گے؟ کیا آپ کی اس پالیسی سے عظمتِ صحابہؓ کا ایمانی مسئلہ مجروح نہیں ہوگا؟ کیا اس قسم کے مضامین ایک عام قاری کو ایک ہزار سال کے محققینِ اہل سنت کی کاوشوں سے برگشتہ نہیں کریں گے؟

اگر غیروں کو قریب کرنے کے غیر فطری عمل سے آپ کے فطری متعلقین آپ سے کٹ گئے تو کیا یہ دین کی خدمت ہے؟ اگر اڑتی چڑیوں کو پکڑنے کی چاہ میں آپ ہاتھوں کی چڑیاں اڑا بیٹھیں تو کیا یہ دانش مندی ہے؟ اور اگر آپ واقعی مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد کی خواہش رکھتے ہیں تو اس کے لیے بڑے بڑے معرکے گرم ہیں، جہاں آپ خدمات پیش کر کے کوئی مثبت خدمت کا فریضہ سرانجام دے سکتے ہیں۔ اور بطور باشندگانِ وطن اگر آپ شیعہ، سنی تصادم ختم کرنا چاہتے ہیں تو اس کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ آپ ان کی وکالت کرنے بیٹھ جائیں، کیونکہ تصادم ختم کیا جا سکتا ہے، اختلاف نہیں۔ معاف کیجیے گا، آپ حضرات کی انہی لایعنی اور بے روح باتوں نے اہل سنت کو ''سپاہ صحابہ'' جیسی جماعتیں بنوا کر تشدد کے موڑ پر لا کھڑا کیا ہے۔ ہم اس وقت ایک خطرناک دوراہے پر کھڑے ہیں۔ اب ہم نے دشمنوں کا تعاقب بھی کرنا ہے اور اپنوں کی جان و آبرو کی حفاظت بھی کرنی ہے۔

ہم آپ کو دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ آیئے! سب مل کر دفاعِ اسلام اور دفاع صحابہ کے محاذ پر بذریعہ تقریر، تحریر، تدریس یا ہر مثبت ذریعہ بروئے کار لا کر یہ مقدس فریضہ سرانجام دیتے ہیں اور اگر آپ کے شکم مبارک کے مروڑ صرف اسی صورت میں ختم ہو سکتے ہیں کہ آپ نے رفض کو مسلمانوں کی قطاروں میں ہی دیکھنا ہے تو پھر سرکردہ علماء کرام کا ایک ثالثی بورڈ تشکیل دیجیے اور اس موضوع پر یعنی اہل تشیع کے خلاف گرم و نرم رویہ رکھنے والے فریقین کا باحوالہ موقف سُنیے ......اور اس کے بعد کوئی رائے قائم کیجیے

اور معذرت کے ساتھ، اگر آپ نے محض ''دماغی عیاشی'' کرنی ہے اور بغیر کسی تحقیق و تفہیم کے پانی میں ہی مدھانی چلانی ہے تو پھر ماہ نامہ ''الشریعۃ'' حاضر ہے۔ آپ جیسے حضرات کے دم قدم سے ہی ہمارے اس اکلوتے ماہ نامہ کی رونقیں ہیں۔ فکرِ آخرت یا خدا خوفی کی دعوت ہم آپ کو دے نہیں سکتے کہ آپ خود علماءِ دین ہیں. وقال الله تعالیٰ . اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآء .

البتہ اتنا ضرور کہیں گے کہ عالم دین کی فکری و اصولی لغزش بانجھ پَن کی مریض نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ غلطیوں پر غلطیاں جنم دیتی چلی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ وطن عزیز میں نظام خلفاءِ راشدین کے عملی نفاذ کے جذبے کے ساتھ دفاعِ صحابہؓ کا جذبہ نصیب ہو۔ اور دین اسلام کے آفاقی دستور کی حفاظت کے لیے ہر فتنے کے سامنے سر سکندری بننے کا۔

من جانب اللہ اعزاز حاصل ہو جائے۔ آمین ثم آمین

ٹپک اے شمع! آنسو بن کے پروانے کی آنکھوں میں
سراپا درد ہوں، حسرت بھری ہے داستاں میری

محترم نثار معاویہ صاحب، چکوال
خادم خاص: حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ

حسین یادیں

گوشۂ حیات......قائد اہل سنت، وکیل صحابہ، حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

تیز نمک والا کھانا خاموشی سے تناول فرمالیا :

ہرنولی ضلع میانوالی کے حضرت مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند جناب محترم امان اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ: جب بھی حضرت اقدس ہمارے ہاں تشریف لاتے اور رات کو کھانا آپ کو پیش کیا جاتا تو آپ اپنی عادت کے مطابق معمولی سا کھالیتے باقی جو کھانا واپس ہوتا وہ کھانا میں کھالیتا یہاں تک کہ آپ کی پلیٹ میں جو گوشت ہوتا اس کی ہڈیوں کو بھی خوب چبا کر کھالیتا کوئی چیز بچنے نہیں دیتا تھا، ایک مرتبہ حسب معمولی آپ کا بچا ہوا کھانا آیا جب میں کھانے لگا جوں ہی پہلا نوالہ منہ میں ڈالہ تو اتنا تیز نمک تھا کہ نوالہ میرے حلق سے نیچے نہ جاسکا، جب گھر جا کر ہانڈی میں سالن دیکھا تو اس میں بھی نمک بہت زیادہ تھا، گھر والوں نے بھول کر نمک زیادہ ڈال دیا تھا، لیکن اتنا زیادہ نمک ہونے کے باوجود حضرت اقدس نے اپنے معمول کے مطابق کھانا کھالیا، اور چہرے پر معمولی سی ناگواری بھی ظاہر نہ ہونے دی کہ میزبان کو اس سے شرمندگی ہوگی۔

پھٹے دودھ کی ترش چائے، نہایت اطمینان سے نوش فرمالی :

ہرنولی میں ہی ایک مرتبہ رات کے کھانے کے بعد آپ کی عادت کے مطابق چائے لائی گئی، ایک کپ میں چائے حضرت اقدس کو دی گئی اور دوسرے کپ میں ناچیز کو چائے دی گئی، جوں ہی ناچیز نے پہلا گھونٹ بھرا تو چائے کا ذائقہ سخت ترش محسوس ہوا، فوراً ناچیز کی نظر حضرت اقدس کے چہرہ انور پر پڑی، آپ نہایت اطمینان سے چائے نوش فرمارہے تھے، آپ کے چہرے پر معمولی سا بھی تغیر نہ تھا، حالانکہ اسی چائے دانی سے آپ کو بھی چائے ڈال کردی گئی تھی، ناچیز کے لیے بہت حیرت اور آزمائش کا لمحہ تھا آپ نے چائے کا پورا کپ نوش فرمالیا چارونا چار ناچیز کو بھی ترش چائے پینی پڑی، جب برتن اٹھوا کر مولانا یعقوب صاحب کمرے سے باہر آئے تو ناچیز بھی باہر آ گیا اور انہیں کہا کہ چائے دانی کو دیکھیں، اس وقت چونکہ بجلی بند تھی اس لیے لالٹین کے پاس جب اس کا ڈھکن اٹھا کر دیکھا تو اندر دودھ پھٹا ہوا تھا جو دیکھنے میں بھی نمایاں تھا، وہ

بہت پریشان ہوئے، گھر جا کر معلوم کیا تو پتہ چلا کہ چونکہ بجلی نہ تھی اس لیے جلدی میں اس برتن سے چائے کے لیے دودھ نکال لیا جس میں دہی کے لیے جاگ لگائی ہوئی تھی اور اندھیرے میں چائے میں دودھ کے خراب ہونے کا بھی علم نہ ہوسکا، لیکن حضرت اقدس نے اتنی ترش چائے ہونے کے باوجود، معمولی سا شکوہ کرنا بھی مناسب نہ سمجھا۔

پھٹے دودھ کا ''دودھ سوڈا'' نہایت سکون سے نوش فرمالیا :

ایک مرتبہ ایک گاؤں میں جلسہ پر تشریف لے گئے، تقریر کے بعد میزبان کی رہائش گاہ پر گئے انہوں نے بڑے گلاس میں گرم گرم دودھ آپ کو پیش کر دیا آپ نے لے لیا اور پینا شروع کر دیا، (آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ یا تو چائے پیتے یا دودھ سوڈا پسند فرماتے) ناچیز نے چپکے سے میزبان کو کہا کہ یا تو آپ چائے بنالاتے، اگر دودھ دینا تھا اس میں سوڈے کی بوتل ملا کر دیتے......!! انہوں نے مشورہ کیے بغیر فوراً بوتل منگوائی، ناچیز کی توجہ اُدھر نہ تھی، انہوں نے حضرت اقدس سے دودھ کا گلاس لیا اور گرم دودھ کا آدھا گلاس کیا اور جلدی سے مالٹے کے ذائقے کی بوتل اس میں ڈال دی جب وہ بوتل ڈال رہے تھے تو ناچیز کی اس پر نظر پڑی تو جو ہونا تھا وہ ہوا کہ: گرم دودھ میں مالٹے کے ذائقے والی بوتل ڈالنے سے دودھ پھٹ گیا، میزبان نے ناچیز کے روکنے سے پہلے دودھ دیکھے بغیر گلاس حضرت اقدس کے ہاتھ میں دے دیا، لیکن آپ نے بالکل ناگواری کا احساس نہیں ہونے دیا اور اسی طرح نوش فرماتے رہے چونکہ گلاس بڑا تھا اس لیے آپ نے آدھا گلاس نوش فرمایا اور ناچیز کو پاس بلایا باقی ناچیز کو پینے کے لیے دے دیا، دودھ تو دیکھنے میں ہی خراب لگ رہا تھا، لیکن آپ کے حکم کی وجہ سے پینا پڑا، جوں ہی پہلا گھونٹ بھرا ذائقہ نہایت ترش محسوس ہوا، لیکن اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ آپ نے چونکہ کسی ناگواری کا احساس نہیں ہونے دیا اس لیے ناچیز نے بھی دل پر جبر کر کے بقیہ شربت پی لیا۔

یہ تو چند واقعات تھے اس قسم کے کئی واقعات ہیں لیکن آپ نے کبھی بھی میزبان سے شکوہ نہیں کیا اپنی ذات کی خاطر کسی کی عزت نفس کو مجروح کرنا گوارا نہ فرماتے۔

القائے خداوندی :

عام احباب کے مشاہدہ میں یہ صورت حال آئی ہے کہ حضرت اقدس کے درس قرآن یا تقریر کے دوران اگر کسی کے ذہن میں کوئی اشکال آ گیا اور وہ خیال کرتا کہ درس قرآن یا تقریر کے بعد حضرت اقدس سے اس سلسلہ میں راہ نمائی حاصل کرے گا، اسے اس کی نوبت کم ہی آتی حضرت اقدس اسی دوران بغیر

پوچھے تقریر کے دوران ہی اس اشکال کو حل فرما دیتے، گویا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اس کا القاء فرما دیا گیا ہو۔

حضرت اقدس کے داماد محترم حافظ محمد عمر اسعد صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جہلم جلسہ میں تقریر کے دوران حضرت اقدس نے ''مجاز'' کا لفظ استعمال فرمایا میرے ساتھ اس وقت مولانا عبدالحمید فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ملکوال تلہ گنگ) بیٹھے تھے اور ہم حضرت اقدس سے بہت فاصلہ پر پنڈال میں بیٹھے تھے میں نے مولانا فاروقی مرحوم کے کان میں سرگوشی کر کے پوچھا کہ حضرت اقدس نے لفظ ''مُجاز'' فرمایا ہے یا ''مَجاز''؟ کیونکہ دونوں کے معنی جدا جدا ہیں، ابھی میں نے سرگوشی کی ہی تھی فوراً حضرت اقدس نے فرمایا: ''دیکھو غور کرو دو لفظ ہیں ایک ہے ''مُجاز'' یعنی کسی سے اجازت دوسرا ''مَجاز'' جو کہ حقیقت کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے۔'' مولانا عبدالحمید فاروقی مرحوم نے فوراً مجھے کہا جواب مل گیا۔؟؟

ایک مرتبہ جمعرات کو نماز مغرب کے بعد ہفتہ وار درس قرآن دے رہے تھے، لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے بجلی بند تھی، سوئی گیس کے لیمپ کی روشنی بھی معمولی تھی، مسجد کا ہال سامعین سے بھرا ہوا تھا، اسی دوران حیات النبی کا منکر ایک مقامی مولوی ایک اور آدمی کے ساتھ آیا اور درس میں پیچھے بیٹھ گئے (بعد میں معلوم ہوا کہ دوسرا آدمی اس مماتی مولوی کا والد تھا اور چونکہ حضرت اقدس ان کے علاقہ میانوالی میں تبلیغ کے سلسلہ میں جاتے رہتے تھے اس لیے اسے آپ سے عقیدت تھی لیکن بیٹا مماتی ہو گیا) فوراً حضرت اقدس نے عقیدہ حیات النبی کے حق میں قرآن و حدیث سے دلائل دینے شروع کر دیئے اور پورا درس اسی موضوع پر دیا، حالانکہ جو آیات تلاوت فرمائی تھیں ان کا اس موضوع سے کوئی تعلق نہ تھا، نہ ہی آپ کو ان حضرات کی آمد کا قطعاً علم تھا۔

حضرت اقدس کسی بھی تقریب میں تشریف لے جاتے تو پہلے لازماً اس تقریب کی مناسبت سے بیان فرماتے اور بیان کے آخر میں اپنے مخصوص انداز میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی شان ضرور بیان فرماتے، ایک مرتبہ تبلیغی جلسہ سے واپس تشریف لا رہے تھے راستہ میں تھوہا بہادر گاؤں آتا تھا، دوران سفر ہی حضرت اقدس سے مشورہ ہوا کہ تھوہا بہادر میں حاجی چوہدری مختار صاحب (جو بدر، سعودی عرب میں ہوتے ہیں) کے بہنوئی گذشتہ دنوں فوت ہو گئے ہیں، اسی وجہ سے سے چوہدری مختار صاحب بھی پاکستان آئے ہوئے ہیں، لہٰذا وہاں سے گزرتے ہوئے تعزیت بھی کر لیں، حضرت اقدس رضا مند ہو گئے، ان کا مکان برلبِ سڑک ہی ہے، جوں ہی ان کے گھر میں داخل ہوئے تو وہاں ہمارے علاقہ کے معروف سردار صاحب

بھی بیٹھے ہوئے تھے جو کہ شیعہ مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔

شیعہ سردار خاموشی سے آپ کا بیان سنتا رہا :

حضرت اقدس ان کے نام سے تو واقف تھے لیکن چہرہ سے شناسائی نہ تھی وہ روایتی تعظیم سے بڑے تپاک سے حضرت اقدس کو ملے اور تعظیما آپ کے گھٹنوں کو بھی چھوا لیکن جب وہ حضرت اقدس کے ساتھ بیٹھنے لگا تو ناچیز دانستہ طور پر حضرت اقدس اور ان کے درمیان بیٹھ گیا تمام ساتھی اس اچانک پیش آنے والی صورت حال سے کافی تذبذب کا شکار تھے، اور کسی بھی ممکنہ صورت حال سے نمٹنے کے لیے ہر ایک ساتھی اپنی جگہ ذہنی طور پر تیار ہو گیا۔ حضرت اقدس نے بیان شروع فرما دیا، بیٹھک آدمیوں سے بھری ہوئی تھی، خطبہ مسنونہ کے بعد فوراً ہی حضرت اقدس نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی شان نرالے انداز میں بیان فرمانی شروع کر دی آپ کا وہ بیان بالکل انوکھی طرز کا تھا، آپ نے عقلی اور نقلی دلائل سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی حقانیت پر بالکل عام فہم انداز میں بیان فرمایا، الحمد للہ اس کا بہت اثر ہوا، کسی کو کوئی اعتراض کرنے کا موقع نہ ملا، جب آپ وہاں سے واپسی کے لیے روانہ ہوئے تو راستہ میں آپ کو مذکورہ سردار صاحب کا تعارف کرایا گیا تو آپ مسکرا دیئے، اللہ تعالیٰ نے سردار صاحب کے لیے بھی حضرت اقدس کی وساطت سے اتمام حجت کا ذریعہ بنا دیا، ورنہ وہ کب اور کس طرح حضرت اقدس کے یہ دلائل سن سکتا تھا؟ ہدایت تو اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے جس کو چاہتا ہے اس کے لیے کوئی راہ کھول دیتا ہے۔

آئندہ ماہ کے اہم مضامین۔ان شاء اللہ

فلم کے ذریعے ناموسِ رسالت کا تحفظ......؟

ماہنامہ ''حق نوائے احتشام'' کی افسوسناک جسارت......احسن خدامی

دیوبندی بریلوی اختلاف حقیقی یا فروعی؟ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور کا فتویٰ

☆......☆......☆......☆......☆

مجلّہ ''صفدر'' کا دین پوری نمبر

مجلّہ صفدر گجرات کا دین پوری نمبر بیاد شیخ الحدیث فقیہ وقت مولانا مفتی عبد المجید دین پوری شہید رحمہ اللہ تکمیل کے مراحل میں ہے۔ان شاء اللہ جلد طبع ہو کر منظر عام پر آجائے گا۔طبع ہونے پر ان شاء اللہ بذریعہ اعلان قارئین کو آگاہ کر دیا جائے گا۔قارئین سے خصوصی دعا کی درخواست ہے۔[ادارہ]

مولانا مفتی شعیب احمد

اسلام کا تصور جہاد......اور......عمار خان ناصر

(......قسط ۳......)

فصل: دونوں تصورات جہاد کا تقابلی جائزہ:

اسلام کے تصور جہاد کی بابت نصوص اور فقہائے امت کی تصریحات کے بعد قارئین کی سہولت کے پیش نظر اس بات کی بھی وضاحت ضروری ہے کہ فقہائے اسلام اور غامدی وعمار صاحبان کے تصور جہاد میں اتفاقی اور اختلافی نکات کون کون سے ہیں تاکہ دونوں کا نقطہ نظر اچھی طرح واضح اور ذہن نشین ہوجائے۔

اتفاقی نکتہ:

دونوں تصورات کا اتفاق صرف ایک صورت میں ہے جو یہ ہے کہ عربوں کے لیے چونکہ اتمام حجت ہوگیا تھا اس لیے ان کے لیے حکم یہ تھا کہ وہ یا تو اسلام قبول کرلیں یا پھر موت کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہوجائیں۔اسی کی بنیاد پر جزیرہ عرب سے کفر کا دیس نکالا ہوا۔چنانچہ عمار صاحب لکھتے ہیں:

''قرآن نے واضح کیا ہے کہ آپ ﷺ عام معنوں میں کوئی داعی واعظ اور مبلغ نہیں بلکہ خدا کے آخری رسول اور آخری پیغمبر ہیں۔چنانچہ خدا کے قانون کے مطابق آپ کی جدوجہد کا کامیابی سے ہم کنار ہونا اور ''جزیرہ عرب'' (؟) میں خدا کے دین کا غلبہ قائم ہونا ایک طے شدہ فیصلہ ہے جو اہل کفر کی خواہشات،کوششوں اور سازشوں کے علی الرغم قائم ہوکر رہے گا۔**ھوا لذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولوکرہ المشرکون** (التوبۃ:۹،۳۹)

ترجمہ: اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسے ''سارے دینوں'' پر غالب کردے چاہے مشرکوں کو یہ بات کتنی ہی ناپسند ہو۔'' (جہاد:۱۱۵)

۲: آیت قرآنی **وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ** کے ترجمے کے بعد لکھتے ہیں:

''یہاں قتال کی غایت یہ بیان کی گئی ہے کہ فتنہ باقی نہ رہے اور اس کا نتیجہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کا دین غالب ہوجائے۔اس سے قرآن کی مراد یہ تھی کہ قریش کی قوت کو توڑ کر مکہ مکرمہ کو فتح کرلیا

جائے اور مشرکین کو بیت الحرام سے بے دخل کر دیا جائے یہاں سے شرک کے تمام آثار کو مٹا دیا جائے تا کہ عرب کے مشرکین شرک کو ذلیل اور توحید کو سر بلند دیکھ کر من حیث الجماعت دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں''۔(جہاد:۱۲۱)

''سورہ نصر میں اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ اور مشرکین عرب کے بحیثیت قوم اسلام قبول کر لینے کا ذکر ایسے بلیغ انداز میں کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے یہ دونوں ہدف (بیت اللہ کی تطہیر اور جزیرۃ العرب کا صفایا) پوری قطعیت کے ساتھ واضح ہو جاتے ہیں''(جہاد:۱۲۱)

جزیرہ عرب کے باشندوں کے بارے میں فقہائے امت کا نقطہ نظر بھی یہی ہے۔

دونوں تصورات کے درمیان فرق:

مندرجہ ذیل نکات میں ہے:

۱۔غامدی اور عمار صاحب کے نزدیک ظلم وعدوان کے خلاف جہاد غلبہ دین کے لیے جہاد سے علیحدہ قسم ہے جبکہ فقہائے اسلام کے نزدیک ظلم وعدوان کے خلاف جہاد غلبہ دین کے لیے جہاد کا ایک حصہ ہے۔

۲۔ان لوگوں کے نزدیک غلبہ دین کے لیے جہاد صحابہ پر ختم ہو گیا ہے جبکہ فقہاء کے نزدیک اس کی مشروعیت بعد والے مسلمانوں کے لیے بھی بدستور موجود ہے۔

۳۔ان کے نزدیک قیصر وکسریٰ کے خلاف صحابہ رضی اللہ عنہم کا جہاد اتمام حجت کے بعد نازل ہونے والا عذاب تھا، جس سے ہمیشہ کے لیے کوئی شرعی حکم اخذ نہیں کیا جا سکتا، جبکہ فقہائے اسلام کے نزدیک ان کا جہاد دعوت دین اور غلبہ دین کے لیے تھا اور اس حوالے سے قیصر وکسریٰ اور دیگر اقوام عالم کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

فصل: غامدی وعمار خان کے تصور جہاد کی سنگینی:

غامدی وعمار خان صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ دین کے غلبہ اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جہاد صحابہ پر ختم ہو گیا تھا۔اس دعوے کو ذہن میں تازہ کرنے کے لیے درج ذیل عبارات پر دوبارہ نظر ڈال لی جائے۔

عمار صاحب غامدی صاحب کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اسلامی تاریخ کے صدر اول میں نبی ﷺ اور آپ کے پیروکاروں کے ہاتھوں جزیرہ عرب اور روم و فارس کی سلطنتوں پر دین حق کا غلبہ قائم ہو جانے کے بعد غلبہ دین کے لیے جہاد وقتال کے حکم کی مدت نفاذ خود بخود ختم ہو چکی ہے۔یہ شریعت کا کوئی ابدی اور آفاقی حکم نہیں تھا اور نہ اس کا ہدف پوری دنیا پر تلوار کے سائے میں دین کا غلبہ اور حاکمیت قائم کرنا تھا۔اس کے بعد قیامت تک کے لیے جہاد وقتال کا اقدام دین کے معاملے میں عدم اکراہ اور غیر محارب کفار کے ساتھ جنگ سے گریز کے ان عمومی اور اخلاقی اصولوں

کے دائرے میں رہتے ہوئے ہی کیا جائے گا جو قرآن مجید کی نصوص میں مذکورہ ہیں'' (جہاد:۳۰۲)

اور خود غامدی صاحب کی اس بابت قطعیت سے بھرپور تصریح یوں ہے:

''یہ بالکل قطعی ہے کہ منکرین حق کے خلاف جنگ اور اس کے نتیجے میں مفتوحین پر جزیہ عائد کر کے انہیں محکوم اور زیردست بنا کر رکھنے کا حق ان اقوام کے بعد اب ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا ہے۔ قیامت تک کوئی شخص اب نہ دنیا کی کسی قوم پر اس مقصد سے حملہ کر سکتا ہے اور نہ کسی مفتوح قوم کو محکوم بنا کر اس پر جزیہ عائد کرنے کی جسارت کر سکتا ہے'' (میزان: بحوالہ جہاد)

یہ ہے جناب جاوید احمد غامدی اور عمار خان صاحب کا انوکھا دعوی اور تصور جہاد۔ پوری اسلامی تاریخ میں اہل سنت کا کوئی قابل ذکر فقیہ، مجتہد، محدث اور مفسر اس کا قائل نہیں گذرا، البتہ ماضی قریب میں نبوت کے جھوٹے دعویدار مرزا غلام احمد قادیانی نے اس قبیل کی کچھ باتیں ضرور کہی ہیں ۸؎ اس دعوے کا انوکھا پن صرف ہمارا ہی تاثر نہیں بلکہ یہ بات خود عمار صاحب بھی دبے لفظوں میں تسلیم کرتے ہیں، چنانچہ اپنے مضمون کے صفحہ ۱۰۳ پر ''جاوید احمد غامدی کا نقطہ نظر'' کے جلی عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

۸؎ دیکھیے مولانا علی میاں کی کتاب ''قادیانیت'' صفحہ ۱۳۰ تا ۱۳۵ مولانا نے مرزا صاحب کے کئی ایسے اقتباسات نقل کیے ہیں جس میں جہاد کو ایک احمقانہ خیال اور ہمیشہ کے لیے منسوخ حکم کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ مرزا صاحب رقمطراز ہیں:

''میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ اگر وہ اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔۔۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور 'مہدی خونی' اور 'مسیح خونی' کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں، ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں'' (تریاق القلوب:۱۵)

(میری مذکورہ کتابوں) کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے وہ غلیظ خیالات چھوڑ دیے جو نافہم ملاؤں کی تعلیم سے ان کے دلوں میں تھے۔ یہ ایک ایسی خدمت مجھ سے ظہور میں آئی ہے کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام مسلمانوں میں سے اس کی نظیر کوئی مسلمان نہ دکھلا سکا''۔ (سچ ہے۔ یہ خدمت کسی مسلمان کے بس کی تھی ہی کب!!)۔ (ستارہ قیصرہ:۳)

''میں ابتدائی عمر سے۔۔۔ اس اہم کام میں مشغول ہوں کہ۔۔۔ ان (مسلمانوں) کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کے دور کردوں جو دلی صفائی اور (کفار کے ساتھ) مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں'' (تبلیغ رسالت:۷۔۱۰)

''آج سے دین کے لیے لڑنا حرام کیا گیا، اب اس کے بعد جو دین کے لیے تلوار اٹھاتا ہے اور غازی نام رکھ کر کافروں کو قتل کرتا ہے وہ خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہے''

''میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے''

''نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ ؓ نے اپنے دور میں منکرین حق کے خلاف جو قتال کیا اس کی خاص نوعیت اور اس پر مرتب ہونے والے نتائج کو اہل علم کسی نہ کسی زاویے سے عمومی طور پر محسوس کرتے چلے آ رہے ہیں۔ تاہم اس بحث کو بالعموم چونکہ فقہی تناظر میں دیکھا گیا ہے اور اس کو نسخ و تخصیص کی فنی اصطلاحات کے اسلوب میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس وجہ سے (مزعومہ) الجھن برقرار رہی اور ہر دور میں اہل علم اس (مزعومہ الجھن) کے حل کے لیے نئی نئی توجیہات کو پیش کرنے پر مجبور ہوتے رہے۔ اس کے برعکس مولانا حمید الدین فراہی نے اس سارے معاملے (یعنی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ ؓ کے قتال) کو پہلی مرتبہ فقہی اصطلاحات کے محدود اور ناکافی دائرے سے نکال کر قرآن مجید میں بیان کردہ سنن الٰہیہ کے دائرے میں رکھ کر سمجھنے کی کوشش کی۔ مولانا نے رسولوں کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی ایک خاص سنت کو قرآن مجید سے دریافت کیا اور اس کے روبعمل ہونے کے مختلف مراحل نصوص کی روشنی میں متعین کیے۔ اس بحث کو بعد میں ان کے طریقے پر قرآن مجید پر غور کرنے والے اہل علم مثلاً مولانا امین احسن اصلاحی اور جاوید احمد غامدی نے مزید منقح کیا اور اس کی روشنی میں احکام قتال کی ایک نئی تعبیر پیش کی''۔ (جہاد ایک مطالعہ: ۳۰۱)

ویسے تو مذکورہ بالا عبارت میں کئی باتیں قابل اعتراض ہیں جو غامدی و عمار خان صاحب سمیت تمام متجددین کی نفسیات اور سوچ کی غمازی کرتی ہیں لیکن فی الحال اختصار کے پیش نظر صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ یہ انوکھا تصور جہاد ''دبستان فراہی'' کی خانہ زاد اختراع اور نئی ایجاد ہے پہلے امت میں اس کا وجود نہیں تھا۔ اسی لیے تو خود عمار صاحب کو بھی اس پر ''دریافت'' کا اطلاق کرنا پڑا۔ پھر اگرچہ موصوف نے اس ''نئی دریافت'' پر نئی تعبیر یا تعبیر نو کا لفظ بول کر اس کی سنگینی اور حساسیت کم کرنے کی کوشش کی ہے لیکن یہ عبارت بھی اور خود یہ تصور بھی صاف صاف بتا رہا ہے کہ وہ صرف ''تعبیر نو'' نہیں بلکہ ''تعمیر نو'' [9] ہے۔

(جاری ہے۔۔۔۔)

---

[9] ''تعمیر نو''، ادارہ تحقیقات اسلامی' کے اولین سربراہوں میں سے ایک سربراہ ڈاکٹر فضل الرحمان کی اصطلاح تھی۔ موصوف اپنے ہر قسم کے الحاد اور کو اسلام کی ''تعمیر نو'' کا نام دیتے تھے، جبکہ عمار صاحب اپنی اجتہادی کاوشوں کو ''تعبیر نو'' کا عنوان دیتے ہیں۔ باء اور میم قریب المخرج ہیں اور بآسانی ایک دوسرے سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں جیسے مکہ سے بکہ۔ بس جتنا ان دونوں میں فرق ہے اتنا ہی ڈاکٹر صاحب کی تعمیر نو اور عمار صاحب کی '''تعبیر نو'' میں ہے۔ ڈاکٹر فضل الرحمان اور ان کے فکری ہم نواؤں کے افکار کے لیے دیکھئے ''تجدد پسندوں کے افکار'' مولانا یوسف لدھیانوی۔ حسن اتفاق یا سوء اتفاق یہ ہے کہ نہ صرف نظریات و افکار بلکہ بہت سی جگہوں پر عبارات تک میں غیر معمولی حد تک تماثل اور شباہت نظر آئے گی۔

حافظ شمس الدین خان طلحہ صفدری

کیا ہر کلمہ گو مسلمان ہے......؟

اس موضوع پر قلم اٹھانے کی اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ بعض اہل علم و اہل قلم حضرات سمجھتے ہیں کہ مسلمان ہونے کے لیے صرف کلمہ پڑھ لینا کافی ہے۔ چاہے اس شخص یا اس فرقہ سے تعلق رکھنے والوں کے جو بھی عقائد و نظریات ہوں۔ خصوصاً قادیانی اور شیعہ ایسے فرقے ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، دونوں فرقے اپنے آپ کو کلمہ گو کہلا کر مسلمان کہلاتے ہیں، حالانکہ دونوں فرقے علمائے امت کے نزدیک کافر ہیں، جیسا کہ آپ باحوالہ یہ بات آگے پڑھیں گے۔ **ان شاء اللہ تعالیٰ**

مسلمان اور قادیانی کے کلمہ میں بنیادی فرق:

ولی کامل، شہید اسلام، محقق اہل سنت، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نور اللہ مرقدہ ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' جلد اول صفحہ نمبر ۲۳۳ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''قادیانیوں سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ اگر مرزا غلام احمد قادیانی نبی ہیں، جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے تو پھر آپ لوگ مرزا صاحب کا کلمہ کیوں نہیں پڑھتے؟ مرزا صاحب کے صاحبزادے مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے اپنے رسالے ''**کلمة الفصل**'' میں اس سوال کے دو جواب دیئے ہیں۔ ان دونوں جوابوں سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے کلمہ میں کیا فرق ہے؟ اور یہ کہ قادیانی صاحبان ''**محمد رسول اللہ**'' کا مفہوم کیا لیتے ہیں؟

مرزا بشیر احمد صاحب کا پہلا جواب یہ ہے کہ:

''محمد رسول اللہ کا نام کلمہ میں اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ نبیوں کے سرتاج اور خاتم النبین ہیں، اور آپ کا نام لینے سے باقی سب نبی خود اندر آجاتے ہیں، ہر ایک کا علیحدہ نام لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

ہاں! حضرت مسیح موعود [مرزا صاحب] کے آنے سے ایک فرق ضرور پیدا ہو گیا ہے اور وہ یہ کہ مسیح موعود [مرزا صاحب] کی بعثت سے پہلے تو محمد رسول اللہ کے مفہوم میں صرف آپ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء شامل تھے، مگر مسیح موعود [مرزا صاحب] کی بعثت کے بعد ''**محمد رسول اللہ**'' کے مفہوم میں ایک اور رسول کی زیادتی ہو گئی۔

غرض اب بھی اسلام میں داخل ہونے کے لیے یہی کلمہ ہے صرف فرق اتنا ہے کہ مسیح موعود [مرزا صاحب] کی آمد نے محمد رسول اللہ کے مفہوم میں ایک رسول کی زیادتی کر دی ہے اور بس۔''

یہ تو ہوا مسلمانوں اور قادیانی غیر مسلم اقلیت کے کلمے میں پہلا فرق! جس کا حاصل یہ ہے کہ قادیانیوں کے کلمہ کے مفہوم میں مرزا قادیانی بھی شامل ہے، اور مسلمانوں کا کلمہ اس نئے نبی کی ''زیادتی'' سے پاک ہے، اب دوسرا فرق سنئے! مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے لکھتے ہیں!

''علاوہ اس کے اگر ہم بالفرض محال یہ بات مان بھی لیں کہ کلمہ شریف میں نبی کریمؐ کا اسم مبارک اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں تو تب بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوتا، اور ہم کو نئے کلمہ کی ضرورت پیش نہیں آتی، کیونکہ مسیح موعود [مرزا صاحب] نبی کریمؐ سے کوئی الگ چیز نہیں ہیں، جیسا کہ وہ [یعنی مرزا صاحب] خود فرماتے ہیں۔ ''صار وجودی وجوده'' [یعنی میرا وجود محمد رسول اللہ ہی کا وجود بن گیا ہے۔ از ناقل] نیز ''من فرق بيني وبين المصطفىٰ فماعر فني وما راى'' [یعنی جس نے مجھ کو اور مصطفیٰ کو الگ الگ سمجھا، اس نے مجھے نہ پہچانا، نہ دیکھا۔ ناقل] اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا [نعوذ بالله! ناقل] جیسا کہ آیت آخرين منهم سے ظاہر ہے۔

پس مسیح موعود [مرزا صاحب] خود محمد رسول اللہ ہے، جو اشاعت اسلام کے لیے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے، اس لئے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں! اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی......فتد بروا۔''

یہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے کلمہ میں دوسرا فرق ہوا کہ مسلمانوں کے کلمہ شریف میں۔ ''محمد رسول اللہ'' سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور قادیانی جب ''محمد رسول اللہ'' کہتے ہیں تو اس سے مرزا غلام احمد قادیانی مراد ہوتے ہیں۔'' [آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد اول صفحہ ۲۳۵/۲۳۴/۲۳۳]

حضرت لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے اقتباس کے بعد کسی مزید تبصرے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس لیے اب اہل اسلام اور اہل تشیع کے کلمہ میں بنیادی فرق پر بات ہوگی۔

مسلمانوں اور شیعوں کے کلمہ میں بنیادی فرق:

مسلمانوں کا کلمہ: ''لا اله الاالله محمد رسول الله''

شیعوں کا کلمہ: ''لا اله الاالله محمد رسول الله علی ولی الله وصی رسول الله وخليفته بلافصل [بحوالہ: سنی موقف، ص ۱۸]

جبکہ ۲۲ نومبر ۱۹۷۸ء کو تہران میں خمینی صاحب کے حق میں مظاہرے کے دوران ان کے پیروکاروں نے ایک بینر اٹھا رکھا ہے، جس پر کلمہ اس طرح لکھا ہوا ہے: لا اله الاالله الامام الخميني۔ [بحوالہ سنی موقف ص: ۲۰]

جبکہ شیعوں کا ایک اور کلمہ جوان کے ماہنامہ ''وحدت اسلامی'' میں شائع ہوا وہ یہ ہے۔ ''لا اله

الاالـلـه محمدرسول الله علی ولی الله خمینی حجة الله ''شیعوں کا زیادہ مشہور کلمہ پہلے والا ہی ہے'' لا اله الاالله محمد رسول الله علی ولی الله وصی رسو ل الله وخلیفته بلافصل۔''

اس کے بارے میں محقق اہل سنت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید لکھتے ہیں کہ:

''شیعہ مذہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پہلے دن سے امت کا تعلق اس کے مقدس[نبی صلی اللہ علیہ وسلم] سے کاٹ دینا چاہا اس نے اسلام کی ساری بنیادوں کو اکھاڑ پھینکنے کو کوشش کی۔ اوراسلام کے بالمقابل ایک نیا دین تصنیف کرڈالا۔آپ نے سنا ہوگا کہ شیعہ مذہب اسلام کے کلمہ پر راضی نہیں۔بلکہ اس میں ''علی ولی الله وصی رسول الله وخلیفة بلافصل'' کی پیوندکاری کرتا ہے۔ بتایئے جب اسلام کا کلمہ اور قرآن بھی شیعوں کے لئے لائق تسلیم نہ ہوتو کسی چیز کی کسر باقی رہ جاتی ہے؟اور یہ ساری نحوست ہے صحابہ کرام رضوان الله علیهم اجمعین سے بغض وعداوت کی۔جس سے ہرمومن کواللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔''[اختلاف امت اور صراط مستقیم ص۲۱]

امام اہل سنت، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر نوراللہ مرقدہ اپنی مایہ ناز کتاب ''ارشادالشیعہ''میں لکھتے ہیں کہ:

''راقم اثیم دیانۃً اس کا قائل ہے کہ اسلام کو جتنا نقصان روافض نے پہنچایا ہے وہ مجموعی لحاظ سے کسی کلمہ گوفرقہ سے نہیں پہنچا اور بحمد الله تعالی علماءِ حق نے اس کو خوب اجاگر کیا ہے''[ارشادالشیعہ ص۳۰]

مسلمان، قادیانی اور شیعوں کے کلمے میں فرق اور چند سوال:

قارئین کرام! اوپر آپ نے قادیانیوں اور شیعوں کے کلمے کے بارے میں حوالہ جات پڑھے، اب مسلمانوں، قادیانیوں اور شیعوں کے کلموں کے بارے میں فرق اور چندسوال پیش خدمت ہیں۔

مسلمان''لاالـه الاالـله محمد رسول الله ''کلمہ پڑھتے ہیں اور''محمد رسول الله'' سے مرادآنحضرت صلی الله علیه وسلم کی ذات مبارک ہے۔

قادیانی'' لاالـه الاالله محمد رسول الله ''کلمہ پڑھتے ہیں اور'' محمد رسول الله'' سے مرادمرزاغلام احمد قادیانی لیتے ہیں۔[نعوذ بالله من ذالک]

شیعہ''لا الـه الاالـلـه محـمـد رسول الله علی ولی الله وصی رسول الله وخلیفة بلافصل پڑھتے ہیں۔

۱...... پہلا سوال یہ ہے کہ قادیانی لا الـه الا الله محمد رسول الله کلمہ بھی پڑھتے ہیں پھر بھی وہ کافر ہیں اور شیعہ اپنے کلمہ میں پیوندکاری کرتے ہیں اور''علـی ولی الله وصی رسول الله وخلیفة

بلافصل'' کا اضافہ کرتے ہیں پھر بھی بعض اہل علم وقلم حضرات ان کو مسلمان ہی سمجھیں تو کیا یہ عجیب بات نہیں؟

۲......دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا شیعوں کا کلمہ پڑھ کر بندہ مسلمان ہو سکتا ہے؟

۳......تیسرا سوال یہ ہے کہ قادیانی ''محمد رسول اللہ'' سے مراد مرزا قادیانی لیتے ہیں اور اس کو نبی مانتے ہیں، جبکہ شیعہ حضرات نبوت سے بڑھ کر امامت کو مانتے ہیں، جیسا کہ ان کی کتب میں موجود ہے، اب صرف ایک حوالہ پیش خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں:

حضرت قطب الدین احمد بن عبدالرحیم المعروف بشاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''شیعہ کے نزدیک امام معصوم ہوتا ہے جس کی اطاعت فرض ہوتی ہے اور امام کی طرف باطنی طور پر وحی آتی ہے اور اس معنیٰ میں امام نبی ہی ہوتا ہے، سو شیعہ کا مذہب انکارِ نبوت کو مستلزم ہے۔''

[بحوالہ: ارشاد الشیعہ ص ۸۸/۸۷]

ظاہر امر ہے جب امام معصوم ہو اور اس کی طرف وحی بھی آتی ہو اور اس کی اطاعت بھی فرض ہو تو نبی اور امام میں کیا فرق رہ گیا؟ غرضیکہ شیعہ بارہ بلکہ بعض چودہ امام تسلیم کر کے گویا بارہ یا چودہ نبی مانتے ہیں تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کیسے ختم ہوئی؟

بعض اہل علم وقلم حضرات حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیتے ہیں کہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ: ''کلمہ گوئی کی نسبت ہے اس کو زیادہ وزن اہم ہے''۔ تو اس بارے میں دو حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''کسی بھی متدین مسلمان سے جسے علم دین کے ساتھ کوئی بھی مَس ہو یہ بات مخفی نہیں کہ نصوص قطعیہ احادیث متواترہ، اجماع امت اور ضروریات دین کا انکار یا تاویل کفر ہے اور شیعہ وامامیہ ان تمام امور کے مرتکب ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جن حضرات پر شیعہ اور روافض کے عقائد ونظریات منکشف ہوئے انہوں نے ان کی تکفیر میں کوئی تامل نہیں کیا، حضرت مجدد الف ثانی خاصی بحث کے بعد فرماتے ہیں کہ: شیعہ کو کافر ٹھہرانا احادیثِ صحاح کے مطابق اور طریقِ سلف کے موافق ہے۔ [ردِّ رفض ص:۳۹] و [ارشاد الشیعہ، ص:۲۰۶/۲۰۵]

اب دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیں یہ اصل حوالہ قادیانیوں کے بارے میں ہے، مگر اس حوالہ سے شیعہ

بھی بچ نہیں پاتے۔فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتھم العالیہ لکھتے ہیں کہ:

" خدا جانے یہ اصول کہاں سے گھڑا گیا ہے کہ ہر وہ شخص جو کلمہ پڑھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو وہ مسلمان ہے اور اسے کوئی شخص کافر قرار نہیں دے سکتا۔سوال یہ ہے کہ کیا مسیلمہ کذاب کلمہ شہادت نہیں پڑھتا تھا؟ پھر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے اسے کافر قرار دے کر اس کے خلاف جہاد کیوں کیا؟ اور خود مرزا قادیانی نے جابجا نہ صرف مسیلمہ کذاب بلکہ آپ ؐ کے بعد اپنے سوا تمام مدعیان نبوت کو کافر اور کذاب کیوں کہا؟ اگر آج کوئی نیا مدعی نبوت کلمہ پڑھتا ہوا اٹھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تمام انبیاء کرام کو جھٹلائے۔آخرت کے عقیدے کا مذاق اڑائے۔قرآن کریم کو اللہ کی کتاب ماننے سے انکار کرے،اپنے آپ کو افضل الانبیاء قرار دے۔نماز روزے کو منسوخ کردے،جھوٹ،شراب،زنا سود اور قمار کو جائز کہے اور کلمہ **لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ** کے سوا اسلام کے ہر حکم کی تکذیب کردے تو کیا اسے پھر بھی "کلمہ گو" ہونے کی وجہ سے مسلمان ہی سمجھا جائے گا؟ اگر اسلام ایسا ہی ڈھیلا ڈھالا جامہ ہے جس میں کلمے پڑھنے کے بعد دنیا کا ہر برے سے برا عقیدہ اور برے سے برا عمل سما سکتا ہے تو پھر فضول ہی اسلام کے بارے میں یہ دعوے کئے جاتے ہیں کہ وہ دنیا کے تمام مذاہب میں سب سے زیادہ بہتر مستحکم، منظّم اور باقاعدہ مذہب ہے جو لوگ "کلمہ گو" کو مسلمان کہنے پر اصرار کرتے ہیں کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کلمہ [**معاذ اللہ**] کوئی منتر یا ٹونا ٹوٹکا ہے جسے ایک مرتبہ پڑھ لینے کے بعد انسان ہمیشہ کے لئے "کفر پروف" ہو جاتا ہے اور اس کے بعد برے سے برا عقیدہ بھی اسے اسلام سے خارج نہیں کرسکتا؟

اگر عقل و خرد اور انصاف و دیانت دنیا سے بالکل اٹھ ہی نہیں گئی تو اسلام جیسے علمی اور عقلی دین کے بارے میں یہ تصور کیسے کیا جاسکتا ہے کہ محض چند الفاظ کو زبان سے ادا کرنے کے بعد انسان جہنمی سے جنتی اور کافر سے مسلمان بن جاتا ہے خواہ اس کے عقائد اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے بالکل خلاف ہوں؟؟؟

واقعہ یہ ہے کہ کلمہ **لا الہ الااللہ محمد رسول اللہ**[**معاذ اللہ**] کوئی جادو یا طلسم نہیں ہے،یہ ایک معاہدہ ہے اور اقرار نامہ ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کو معبود واحد قرار دینے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول ماننے کا مطلب یہ معاہدہ کرنا ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول کی ہر بات کی تصدیق کروں گا۔لہٰذا اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی جتنی باتیں ہم تک تواتر اور قطعیت کے ساتھ پہنچی ہیں ان سب کو درست تسلیم کرنا **لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ** پر ایمان کا لازمی جزء اور اس کا ناگزیر تقاضا ہے اگر کوئی شخص ان متواتر قطعیات میں سے کسی ایک چیز کو بھی درست ماننے سے انکار کردے تو درحقیقت وہ کلمہ توحید پر ایمان نہیں رکھتا،خواہ زبان سے **لاالہ الااللہ** پڑھتا ہو اس لیے اس کو مسلمان نہیں کہا جاسکتا،عقیدہ ختم نبوت چونکہ قرآن کریم کی بیسیوں آیات اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کے سینکڑوں ارشادات سے بطریقِ تواتر ثابت ہے، اس لیے باجماعِ امت وہ انہی قطعیات میں سے ہے جن پر ایمان لانا کلمہ طیبہ کا لازمی جزو ہے اور جس کے بغیر انسان مسلمان نہیں ہوسکتا۔''

[بحوالہ قادیانی فتنہ اور امت مسلمہ کا موقف صفحہ ۸۳۔۸۲]

اس طویل اقتباس میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ''کلمہ گو ہونے کے باوجود جو شخص ضروریات دین کا انکار کرے وہ باجماعِ امت مسلمان نہیں ہوسکتا'' فرما کر کیا خوب وضاحت کی ہے۔ اس حوالے سے چند ایک سوالات ذہن میں آتے ہیں:

۱......اہل السنّت والجماعت کے نزدیک قرآن پاک ہمارے پاس اصلی حالت میں ہے جبکہ اہل تشیع کے نزدیک قرآن پاک اصلی حالت میں نہیں ہے۔ قرآن پاک کا انکار کر کے پھر بھی وہ مسلمان ہیں؟

۲......اہل السنّت والجماعت کے نزدیک تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو ماننا لازمی ہے کسی ایک کا بھی انکار یا ان کی گستاخی کفر ہے جبکہ اہل تشیع انبیاء کرام علیہم السلام کی گستاخی کرتے ہیں جیسا کہ ان کی کتب کے اندر گستاخی موجود ہے کیا پھر بھی وہ مسلمان ہیں؟

۳......اہل السنّت والجماعت کے نزدیک حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو بھی ماننا لازمی ہے، اور منکرینِ حدیث کافر ہیں، جبکہ اہل تشیع بھی منکرینِ حدیث کی طرح ہمارے ذخیرۂ احادیث کا انکار کرتے ہیں کیا پھر بھی وہ صرف کلمہ گو ہونے کی وجہ سے مسلمان رہتے ہیں؟

۴......اہل السنّت والجماعت کے نزدیک حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوچکی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کو نبی ماننا یا نبی جیسا سمجھنا [جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے] کفر ہے جبکہ اہل تشیع نبوت کے بعد امامت کو مانتے ہیں اور امامت کا درجہ نبوت سے افضل مانتے ہیں، کیا پھر بھی یہ فقط کلمہ گوئی کی وجہ سے مسلمان ہیں؟

۵.....اہل السنّت والجماعت کے نزدیک جو شخص ضروریاتِ دین کا انکار کرے، اس کو مسلمان سمجھنے والا بھی پکا کافر ہے، جیسے لاہوری مرزائی مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتے، بلکہ اسے مدعیٔ نبوت بھی تسلیم نہیں کرتے، ہاں اسے مجدد کہتے ہیں، پھر بھی وہ باجماعِ امت کافر ہیں۔ جبکہ موجودہ اہل تشیع اگر اپنے کفریہ عقائد کا انکار کریں تو بھی ان عقائد کے حامل اپنے علماء (ملا باقر مجلسی، کلینی، خمینی) کو مسلمان تو ضرور ہی کہتے ہیں، کیا ان کو مسلمان اور اپنے مذہبی راہنما سمجھنے کے بعد بھی یہ مسلمان ہیں؟

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اکابر کا دامن پکڑ کر رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اکابر کے راستے پر ہی چلائے کیونکہ اسی میں ہماری کامیابی ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد الله رب العلمين. ☆☆☆☆

مفتی رب نواز حفظہ اللہ

زبیر علی زئی کا تعاقب

(......قسط 11......)

ماہنامہ "الحدیث" شمارہ 90 میں شائع شدہ ایک مضمون کا جواب

۱: عامی (عوام میں سے ایک فرد) کا (مسئلہ پیش آنے پر) زندہ عالم کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں، بلکہ اتباع واقتداء ہے، لہٰذا اسے تقلید کہنا غلط ہے۔

۲: عامی سے مراد عالم نہیں بلکہ "جاہل محض، جو نصوص واحادیث کا معانی اور تعبیر نہیں جانتا" ہے، جیسا کہ "خزانۃ الروایات" سے ثابت کر دیا گیا ہے۔

۳: حنفیہ کی کتب اُصول الفقہ (مثلاً مسلم الثبوت، فواتح الرحموت، التحریر اور التقریر والتحبیر وغیرہما) اور سرفراز خان صفدر دیوبندی گکھڑوی کڑمنگی کی "الکلام المفید فی اثبات التقلید" میں لکھا ہوا ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں ہے......اور اسی طرح عام آدمی کا مفتی کی طرف رجوع کرنا......بھی تقلید نہیں ہے۔" (ص ۱۳، واللفظ لہ "دین میں تقلید کا مسئلہ، ص ۱۳)

۷۲

مسئلہ پوچھنا بھی تقلید ہے: از غیر مقلد علماء

مسئلہ پوچھنے کو تقلید قرار دینے والے غیر مقلد حضرات کے حوالوں سے پہلے حافظ ابن عبدالبر اور علامہ خطیب بغدادی رحمہما اللہ کے حوالے پیش کیے جاتے ہیں کیونکہ یہ دونوں شخصیات زبیر علی زئی صاحب کے نزدیک تارکِ تقلید بلکہ مخالفِ تقلید ہیں۔

(۱)......علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ، جامع بیان العلم وفضلہ جلد ۲ صفحہ ۱۱۴ میں فرماتے ہیں جس کا ترجمہ علی زئی صاحب نے یوں کیا ہے:

"رہے عوام تو ان پر مسئلہ پیش آنے کی صورت میں ان کے علماء کی تقلید ضروری ہے"

(دین میں تقلید کا مسئلہ صفحہ ۴۴)

(۲)......خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے ''الفقیہ والمتفقہ جلد۲ صفحہ ۶۸'' میں لکھتے ہیں جس کا ترجمہ علی زئی صاحب کے الفاظ میں یہ ہے:

''تقلید جس کے لیے جائز ہے وہ ایسا عامی (جاہل) ہے جو شرعی احکام کے دلائل نہیں جانتا، اس کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی عالم کی تقلید کرے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر (علماء) سے پوچھ لو'' (دین میں تقلید کا مسئلہ صفحہ ۴۴)

(۳)......زبیر علی زئی صاحب مذکورہ بالا دونوں عبارتیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''اسی طرح کے اقوال بعض دوسرے علماء کے بھی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ عامی (جاہل) عالم سے مسئلہ پوچھ کر اس پر عمل کرے گا اور یہ تقلید ہے'' (دین میں تقلید کا مسئلہ صفحہ ۴۴)

علی زئی صاحب کی اس عبارت سے ایک تو یہ ثابت ہوا کہ حافظ ابن عبدالبر اور خطیب بغدادی رحمہما اللہ کے نزدیک مسئلہ پوچھ کر عمل کرنا بھی تقلید ہے۔ دوسری چیز یہ قابل غور ہے کہ ''دوسرے علماء'' نے بھی مسئلہ پوچھنے کو تقلید کہا ہے اور علی زئی صاحب کے نزدیک تقلید، جہالت اور مقلد جاہل ہے۔ جب ان کے نزدیک مقلد جاہل ہوتا ہے تو ان کی عبارت میں ''دوسرے علماء'' سے مراد غیر مقلد ہی ہو سکتے ہیں۔

(۴)......غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

''جس آیت کے حکم سے تقلید ثابت ہے تو وہ اسی صورت میں ہے جبکہ لاعلمی ہو، قال تعالیٰ: فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون یعنی پس سوال کرو اہل ذکر سے اگر نہ جانتے ہو تم۔ اور یہی آیت دلیل ہے وجوب تقلید پر'' (معیار الحق صفحہ ۴۷ دوسرا نسخہ صفحہ ۶۷)

میاں صاحب کا اس آیت سے ''تقلید'' کو واجب بتانا دلیل ہے اس بات پر کہ مسئلہ پوچھنا بھی ان کے نزدیک تقلید ہے۔

(۵)......آل غیر مقلدیت کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

''تقلید مطلق یہ ہے کہ بغیر تعیین کسی عالم سے مسئلہ پوچھ کر عمل کیا جائے جو اہلحدیث کا مذہب ہے۔ تقلید شخصی یہ ہے کہ خاص ائمہ اربعہ میں سے ایک امام کی بات مانی جائے جو مقلدین کا مذہب ہے''

(فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ صفحہ ۲۵۶۔ فتاویٰ علمائے حدیث جلد ۱۱ صفحہ ۱۹۵)

اس عبارت سے دو چیزیں ثابت ہوئیں۔

۱......تقلید مطلق اہلحدیث کا مذہب ہے۔ ۲......مسئلہ پوچھ کر عمل کرنا بھی تقلید ہے۔

(۶)......سرخیل اہلحدیث محمد حسین بٹالوی صاحب لکھتے ہیں:

''جو اس وقت کے بعض علماء نے کہا ہے کہ کتاب وسنت کا حکم پوچھ کر اس پر عمل کرنا تقلید نہیں بلکہ اتباع ہے یہ ایک لفظی نزاع ہے جس کو وہ اتباع کہتے ہیں اس کا دوسرے علماء تقلید نام رکھتے ہیں کیونکہ تقلید بے دلیل بات مان لینے کا نام ہے اور عامیوں کے عمل واتباع میں یہی امر وقوع میں آتا ہے۔ عامی کو جو حکم کتاب و سنت کا علماء وقت سے معلوم ہوتا ہے اس کو وہ یوں ہی بے دلیل مان لیتا ہے جو عرفاً تقلید کہلاتی ہے کسی عامی کو کوئی عالم اگر یہ بھی کہہ دے کہ یہ مسئلہ حدیث یا قرآن میں یوں آیا ہے تب بھی وہ اس کے قول کو بے دلیل تسلیم کر لیتا ہے کیونکہ اس مسئلہ کی دلیل آیت یا حدیث کا علم اس کو حاصل نہیں اور اگر کوئی عالم اس کو آیت قرآن یا حدیث پڑھ کر بھی سنا دے یا طوطے کی طرح یاد کرا دے تب بھی وہ آیت یا حدیث کے معنی اور حدیث کی صحت تسلیم کرنے میں اس عالم کا مقلد کہلاتا ہے کیونکہ وہ کسی دلیل سے یہ نہیں جانتا کہ آیت یا حدیث کے وہ معنی جو اس عالم نے اس کو بتائے ہیں کیونکر صحیح ہیں اور اس حدیث کی صحت کیونکر ثابت ہے لہٰذا اس کی یہ تسلیم بلا دلیل تسلیم ہے جو تقلید کہلاتی ہے گو اس کو کوئی (زبیر علی زئی صاحب کی طرح، ناقل) تقلید نہ کہے اتباع نام رکھے'' (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۱ صفحہ ۳۱۵)

مسئلہ پوچھنے کو ''تقلید'' کہنے پر یہ واضح ترین عبارت ہے اس میں تو یہ بھی کہا گیا ہے کہ عالم مسئلہ پوچھنے والے کو اس مسئلہ کی دلیل بھی قرآن وحدیث سے بیان کر دے تب بھی یہ ''تقلید'' ہے۔

(۷)......امام اہلحدیث وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

"ثم اختلفوا هل يجوز ان يقلد الرجل فی بعض المسائل الشافعی وفی بعضها ابا حنيفة ؟الصحيح انه لا باس به لان الصحابة كانوا لاينكرون علی من قلد بعضهم فی مسائل و قلد الآخرين فی الاخری ورجحه ابن برهان والنووی وهو الحق ويدل عليه قوله تعالیٰ:فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون۔

پھر لوگوں نے اختلاف کیا کہ کیا یہ جائز ہے کہ آدمی بعض مسائل میں شافعی کی اور بعض میں ابوحنیفہ کی تقلید کرے؟ صحیح یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ صحابہ کرام اس شخص پر انکار نہیں کرتے تھے جو بعض مسائل میں کسی کی تقلید کرتا اور دیگر مسائل میں دوسروں کی تقلید کرتا۔ اسے ابن برہان اور نووی نے راجح قرار دیا اور یہی حق ہے اور اسی پر دلالت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا قول: پس تم اہل ذکر سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں ہے''

(هدية المهدی من الفقه المحمدی جلد ا صفحہ ۱۱۲)

وحید الزمان صاحب نے اپنی اس عبارت میں مسئلہ پوچھنے کو ''تقلید'' کہا ہے اور اس بات کو نہ صرف حق کہا بلکہ اسے ''فقہ محمدی'' قرار دے کر امام مہدی کو ''ہدیہ'' پیش کیا ہے۔

(۸)......غیر مقلدین کے ''امام العصر'' اسماعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں:

''شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا اور ارشاد ملاحظہ فرمائیں: امام سے دریافت کیا گیا کہ نماز یا بارش میں

نماز جمع کرنے کے سلسلے میں آیا شافعی، حنفی کی یا حنفی شافعی کی تقلید کر سکتا ہے؟ شیخ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: نعم یجوز للحنفی وغیرہ ان یقلد من یجوز الجمع من المطر ۔ہاں! حنفی کے لیے درست ہے کہ جمع نماز اور اس قسم کے مسائل میں شافعی کی تقلید کرے'' (تحریک آزادئ فکر صفحہ ۲۳۰)

سلفی صاحب بھی مسائل میں پیروی کو ''تقلید'' مان رہے ہیں اور حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ جمع بین الصلوتین (جو خاص کر غیر مقلدین کے نزدیک حدیث کا مسئلہ ہے مگر اس کے باوجود اس مسئلہ) میں کسی کی پیروی پر ''تقلید'' کا لفظ استعمال کر رہے ہیں، مزید دیکھئے مجلّہ صفدر شمارہ نمبر ۷۔

زبیر علی زئی صاحب نے مذکورہ بالا تمام حوالوں میں حافظ ابن عبدالبر اور خطیب بغدادی کے حوالوں کا ذکر کیا ہے باقی تمام سے چشم پوشی کر لی ہے۔زبیر صاحب! آپ نے جب جواب لکھنے کی ٹھان ہی لی تھی تو ان حوالوں کا جواب کیوں نہیں دیا؟

۷۳

اتباع وتقلید کا ترادف: غیر مقلدین کی زبانی

زبیر علی زئی صاحب نے جو اتباع اور تقلید میں فرق بیان کیا بندہ نے مجلّہ صفدر کی کئی قسطوں شمارہ نمبر ۸۔۹۔۱۱ میں جواب دے دیا ہے کچھ حصہ یہاں بھی نقل کیا جاتا ہے۔

۱......زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''لغت کی ایک مشہور کتاب ''المعجم الوسیط'' میں لکھا ہے۔۔۔۔۔ترجمہ: اور فلاں کی تقلید کی: بغیر حجت اور دلیل کے اس کے قول یا فعل کی اتباع کی'' (دین میں تقلید کا مسئلہ صفحہ ۹۷)

یعنی تقلید کا معنیٰ اتباع ہے۔زبیر علی زئی صاحب نے ''کشاف اصطلاحات الفنون'' کی عبارت نقل کی جس کی ابتدا اس طرح ہے:

''التقلید اتباع الانسان غیرہ فیمایقول او یفعل'' (دین میں تقلید کا مسئلہ صفحہ ۱۱)

انسان کا اپنے غیر کے قول یا فعل میں اتباع کرنا تقلید ہے۔۔۔۔زبیر صاحب نے کسی مصلحت کی وجہ سے مذکورہ عبارت کا ترجمہ نہیں کیا۔کشاف کی اس عبارت سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے کہ تقلید اتباع کرنے کو کہتے ہیں۔

۲......پروفیسر عبداللہ بہاولپوری غیر مقلد، رکوع کے بعد قومہ کی حالت میں ہاتھ باندھنے پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''رہا ہاتھ باندھنے کا عمل تو یہ اس پرفتن دور کے چند افراد کا استدلال ہے اور متاخرین میں سے بعض افراد کے اتباع ہی کو تو تقلید کہتے ہیں'' (رسائل بہاولپوری صفحہ ۷۳۱)

بہاولپوری صاحب کا یہ جملہ ''اتباع ہی کو تو تقلید کہتے ہیں'' انتہائی قابل توجہ ہے نیز ان کا یہ کہنا کہ ہاتھ باندھنے والے متاخرین کے مقلد ہیں بھی دلچسپی سے خالی نہیں کسی دور میں خود زبیر علی زئی صاحب بھی ہاتھ باندھتے رہے ہیں اور اس عمل کو جائز ثواب بھی کہتے ہیں۔(علمی مقالات جلد ا صفحہ ۴۸۸۔۴۹۶)

۳......آل غیر مقلدیت کے ہیرو میاں نذیر حسین دہلوی۔(الحیاۃ بعد المماۃ صفحہ ۲۔۴) لکھتے ہیں:

''معنی تقلید کے عرف میں یہ ہے کہ وقت لاعلمی کے کسی اہل علم کا قول مان لینا اور اس پر عمل کرنا اور اسی معنیٰ عرفی سے مجتہدوں کے اتباع کو تقلید بولا جاتا ہے'' (معیار الحق صفحہ ۷۲)

میاں صاحب مزید لکھتے ہیں:

''پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی کو اور مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہنا جائز ہے''
(معیار الحق صفحہ ۷۳)

۴......زبیر علی زئی صاحب کے استاد بدیع الدین راشدی صاحب لکھتے ہیں:

''تقلید، اتباع بلا دلیل ہی کا نام ہے'' (تنقید سدید صفحہ ۲۴۴)

راشدی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''کسی مخصوص شخص کی رائے کے اتباع سے بھی ممانعت ہوئی جو کہ صریحاً تقلید شخصی کی منع ہے''
(تنقید سدید صفحہ ۲۴۴)

راشدی صاحب تقلید کو اتباع اور اتباع کو تقلید قرار دے رہے ہیں۔

۵......زبیر علی زئی صاحب کے شیخ الشیخ ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

''ہمارا مذہب ہے کہ ہم بعد پیغمبر ﷺ کے کسی شخص کو متبوع نہیں مانتے جس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہیں کہ ہم کسی مجتہد کی تقلید نہیں کرتے'' (اہلحدیث کا مذہب مشمولہ رسائل ثنائیہ صفحہ ۶۱)

امرتسری صاحب نے پہلے کہا ہم کسی امتی کو ''متبوع'' نہیں مانتے یعنی کسی کی اتباع نہیں کرتے پھر کہا دوسرے لفظوں میں ہم کسی کی تقلید نہیں کرتے حاصل یہ کہ انہوں نے اتباع کی نفی کر کے تقلید کی نفی ظاہر کی جس سے ان دونوں کا ایک ہونا واضح ہوا۔

۶......محمود الحسن الجمیر ی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''بے شک قرآن کریم میں تقلید کے لیے لفظ اتباع ہی استعمال کیا گیا ہے'' (حقیقت تقلید صفحہ ۶۰)

۷......محمد یوسف جے پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

''عقد الجید صفحہ ۴۲ میں ہے کہ فلو ساغ التقلید لکان کل واحد من ھؤلاء احق بان یتبع من غیرہ۔ پس اگر تقلید جائز ہوتی تو اس جماعت صحابہ میں سے ہر ایک تقلید کے لیے غیر کی نسبت زیادہ

سزاوار تھا'' (حقیقۃ الفقہ صفحہ ۸۷)

جے پوری صاحب ''یتبع'' کا ترجمہ ''تقلید'' کر رہے ہیں۔

۸......امین اللہ پشاوری غیر مقلد نے قرآنی آیت ''لاتتبعوا من دونہ اولیاء'' ذکر کرنے کے بعد لکھا:

''تفسیر قرطبی اور تفسیر فتح القدیر میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: ای لا تتبعوا من دون اللہ اولیاء تقلدونھم فی دینکم۔۔۔۔یعنی حلال اور حرام بنانے میں بڑوں اور بزرگوں کی تقلید نہ کرو''

(حقیقۃ التقلید واقسام المقلدین صفحہ ۲۴۰)

یعنی اتباع کا معنیٰ تقلید ہے جبھی تو قرطبی، صاحب فتح القدیر اور پشاوری صاحب '' لا تتبعوا'' کا معنیٰ ''تقلید نہ کرو'' کر رہے ہیں۔

۹......غیر مقلدین کے استاذ الاساتذہ عبد الغفار محمدی صاحب نے تفسیر عزیزی کی ایک عبارت کا ترجمہ لکھا:

''اس کی اتباع (تقلید) نہ چھوڑے اور۔۔۔۔'' (۳۵۰ سوالات صفحہ ۲۰۳)

محمدی صاحب بریکٹ میں اتباع کا معنیٰ ''تقلید'' کر کے تاثر چھوڑ رہے ہیں کہ اتباع، تقلید کو کہتے ہیں۔

۱۰......آل غیر مقلدیت کے مؤرخ محمد اسحاق بھٹی، ابن حزم کی عبارت میں درج ''بان یتبع'' کا ترجمہ کیا ہے ''اس کی تقلید کی جاتی'' (برصغیر میں اہلحدیث کی آمد صفحہ ۲۸۳)

یعنی اتباع کا معنیٰ تقلید بتاتا ہے۔

۱۱......داؤد ارشد غیر مقلد لکھتے ہیں:

''قرآن کریم میں متعدد آیات سے تقلید کی نفی ہوتی ہے۔۔۔۔فاحکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھو آء ھم '' (تحفہ حنفیہ صفحہ ۱۶۹)

اتباع کی ممانعت کو تقلید کی ممانعت قرار دے رہے ہیں۔ حیرت ہے یہ لوگ تقلید کی تردید میں اتباع کا معنیٰ تقلید کرتے ہیں لیکن جب کوئی واتبع سبیل من اناب الیہ، آیت سے تقلید کا جواز ذکر کرے تو فوراً کہہ دیتے ہیں اس آیت میں اتباع کا حکم ہے تقلید کا نہیں، اتباع و تقلید میں فرق ہے تلك اذاقسمة ضیزی۔

۱۲......وکیل اہلحدیث محمد حسین بٹالوی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ ایک لفظی نزاع ہے جس کو وہ اتباع کہتے ہیں اس کا دوسرے علماء تقلید نام رکھتے ہیں کیونکہ تقلید بے دلیل بات مان لینے کا نام ہے اور عامیوں کے عمل و اتباع میں یہی امر وقوع میں آتا ہے''

(اشاعۃ السنۃ جلد ۱۱ صفحہ ۳۲۰ بحوالہ تجلیات صفدر جلد ۳ صفحہ ۵۰۴)

بٹالوی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''امام شافعیؒ نے جو فقہ و حدیث کے مسلم امام ہیں اپنے اس قول جدید میں اتباع قول صحابہ کا نام

تقلید رکھا ہے۔۔۔۔حافظ ابن القیم نے جو مسئلہ ترک تقلید ناجائز کے بڑے حامی ہیں امام شافعی کے اس محاورہ کو جائز و مسلم رکھا ہے اور صاف کہہ دیا ہے کہ متاخرین کی اصطلاح کی پرواہ نہ کر کے ہم اس لفظ تقلید سے متوحش نہیں ہوتے۔'' (اشاعۃ السنۃ، ج:۲۳،ص:۱۲۵)

زبیر علی زئی صاحب ان حوالہ جات کا بھی جواب دیں اور مجلّہ صفدر شمارہ نمبر ۱۱ میں اتباع و تقلید میں فرق والے دعویٰ پر ان سے ایک درجن سوالات کیے ہیں ان کا جواب بھی ان پر قرض ہے۔

۷۴

عامی کی تعریف تو آپ نے کر دی ہے اب ذرا اس کا وظیفہ یا فریضہ اپنے بزرگوں کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

ثناء اللہ امرتسری صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''یہ بات تو طے ہو چکی ہے کہ بے علم کو عالم کی تقلید ضرور چاہیے''

(تقلید شخصی ۲۰ بحوالہ الکلام المفید صفحہ ۲۰۶)

فضل الرحمٰن بن میاں محمد غیر مقلد لکھتے ہیں:

''مولانا (امرتسری صاحب، ناقل) نے اس مسئلہ کو حل کرنے میں اپنی عادت محمودہ کے مطابق قرآن وحدیث اور کتب فقہ کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ ایک عامی کے لیے تقلید تو جائز ہے لیکن اس میں تخصیص جائز نہیں'' (حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری صفحہ ۹۸)

سر خیل اہلحدیث محمد حسین بٹالوی صاحب نے لکھا:

''عامی کو جو حکم کتاب وسنت کا علماء وقت سے معلوم ہوتا ہے اس کو وہ یوں ہی بے دلیل مان لیتا ہے جو عرفاً تقلید کہلاتی ہے'' (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۱ صفحہ ۳۱۷)

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں:

''وجب علی العامی تقلیده۔ عامی پر مجتہد کی تقلید واجب ہے'' (لقطة العجلان صفحہ ۱۳۷)

امام اہلحدیث وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

''لا بد للعامی من تقلید مجتهد او مفتی۔ عامی کے لیے مجتہد یا مفتی کی تقلید ضروری ہے''

(نزل الابرار جلد ۱ صفحہ ۷۔ دین میں تقلید کا مسئلہ صفحہ ۵۹)

۷۵

آپ جس کو حنفیت سے خارج کرتے ہیں تو اس پر بزعم خود دلیل یہ دیتے ہیں کہ وہ فلاں عقیدہ اور فلاں فلاں مسائل میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خلاف ہے تو جن کتب کو ''حنفیہ کی کتب'' قرار دیا کیا ان کے مصنفین آپ کے نزدیک تمام اصول وفروع اور جمیع مسائل میں ان کے مقلد یا موافق ہیں؟

۷۶

حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہ اعتراض بے وزن اور بے وقعت ہے اولاً اس لیے کہ غیر مقلدین حضرات مسلم الثبوت کی پوری عبارت نقل نہیں کرتے ورنہ کسی صاحب فہم کو شبہ باقی نہ رہے اور غالبا اسی میں وہ اپنے لیے خیر سمجھتے ہیں''۔۔۔اس کے بعد مسلم الثبوت کی مکمل عبارت نقل کی، جس کے آخر میں درج ہے۔

''مگر عرف اسی پر ہے کہ عامی مجتہد کا مقلد ہے امام (الحرمین) فرماتے ہیں کہ اسی پر اکثر اصولی ہیں'' (الکلام المفید صفحہ ۳۵)

اس سے معلوم ہوا کہ اکثر اصولیین کے نزدیک عامی مجتہد کا مقلد ہوتا ہے یعنی عامی کا مجتہد کی پیروی کرنا تقلید ہے......حضرت رحمہ اللہ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ غیر مقلدین پوری عبارت نقل نہیں کرتے ......علی زئی صاحب نے اسی پر عمل کر دکھایا کہ انہوں نے خود حضرت کا پورا کلام نقل نہیں کیا حضرت نے اس پر مفصل بحث کی ہے جس میں میاں نذیر حسین دہلوی غیر مقلد کی کتاب معیار الحق صفحہ ۶۷ سے درج ذیل عبارت اپنے حق میں نقل کی ہے۔

''انجان، مجتہد کا مقلد ہے امام الحرمین نے کہا کہ اسی قول مشہور پر بڑے بڑے اصولی ہیں اور غزالیؒ اور آمدیؒ اور ابن الحاجب نے کہا ہے کہ رجوع کرنا آنحضرت ﷺ اور اجماع اور مفتی اور گواہوں کی طرف اگر تقلید قرار دیا جاوے تو کوئی حرج نہیں پس ثابت ہوا کہ انحضرت ﷺ کی پیروی کو اور مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہنا مجوز ہے، انتھٰی بلفظہ۔ (الکلام المفید صفحہ ۳۱)

حضرت رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''جس دلیل سے اتباع جائز اور درست ہے اسی سے تقلید اہل اسلام بھی جائز اور درست ہے کیونکہ تقلید اور اتباع دونوں ایک ہیں پھر ایک کو جائز قرار دینا اور دوسری کو ممنوع کہنا سراسر باطل ہے'' (ص ۳۴)

ارشاد الحق اثری صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''الکلام المفید فی اثبات التقلید ، میں حضرت مولانا صاحب نے (ص ۳۱ تا ۳۵) چار پانچ صفحات میں اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ تقلید و اتباع میں کوئی فرق نہیں''

(مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینے میں صفحہ ۲۰۰)

معلوم ہوا کہ حضرت مولانا سرفراز صاحب رحمہ اللہ اس مسئلہ میں علی زئی صاحب کے ہم نوا نہیں ہیں۔

۷۷

مذکورہ عبارت صفحہ ۱۳ پہ ہر گز نہیں، یہ آپ کا یا کمپوزر کا سہو ہے۔ (جاری ہے۔۔۔)

انجم نیازی

نعت

ترے باغی ترے شاتم بشر اچھے نہیں لگتے
ترا سایہ نہ ہو جن پر وہ سر اچھے نہیں لگتے

ترے اصحابؓ سے مجھ کو محبت کیوں نہ ہو آقا
کسے اُونچے، گھنے، ٹھنڈے شجر اچھے نہیں لگتے

ترے ذکرِ مقدس کی نہ ہوں روشن جہاں شمعیں
مجھے اُس شہر کے دیوار و در اچھے نہیں لگتے

قدم اٹھتے ہیں میرے صرف شہرِ نور کی جانب
مجھے بے نام سمتوں کے سفر اچھے نہیں لگتے

تری خوشبو نہ ہو محسوس مجھ کو جن مکانوں میں
وہ کتنے خوبصورت ہوں مگر اچھے نہیں لگتے

ترے قدموں کو چھو لینے کی خواہش ہے مرے دل میں
مگر یہ خالی خالی رہگذر اچھے نہیں لگتے

☆☆☆☆☆